مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

# انصار اللہ

ربوہ

ایڈیٹر

غلام باری سیف

ظہور ۱۳۶۴ہش

اگست ۱۹۸۵ء

مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

# ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ظہور ۱۳۶۴ ہش

اگست ۱۹۸۵ء

ایڈیٹر

**غلام باری سیف**

مدیرانِ اعزازی

- ملک صلاح الدین صاحب بھارت
- مبارک احمد صاحب ساقی لندن
- کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر: سیّد عبد الحی    کتابت: حمید الدین
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

## فہرست



## شرح چندہ


پاکستان —— بیس۲۰ روپے سالانہ

امریکہ، کینیڈا، جزائر فجی: بذریعہ ہوائی ڈاک: پندرہ ڈالر سالانہ
〃 بحری ڈاک: آٹھ 〃 〃

دیگر ممالک: بذریعہ ہوائی ڈاک: چھ پونڈ سالانہ
〃 بحری ڈاک: تین 〃 〃

قیمت فی پرچہ —— دو۲ روپے

جلد نمبر ۲۶ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ نمبر ۸

ظہور ۱۳۶۴ ہش
اگست ۱۹۸۵ء

## اداریہ

## جنّت کے مستحق

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذّٰریٰت میں متقیوں کی کچھ علامات بیان فرمائی ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ اپنی جنّت سے نوازے گا۔ فرمایا:-

۱- اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَ (آیت ۱۷) وہ اِس سے پہلے بھی نیکو کاروں میں سے تھے۔ اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے بجالانے والے تھے۔ اگر حدیث میں وارد احسان کی تعریف پر نظر رکھی جائے تو وہ عبادت کو خوش اسلوبی سے بجالانے والے تھے۔

۲- کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ۔ وہ رات کو کم سوتے تھے۔ یعنی اکثر وقت عبادت میں گذارتے تھے۔ دوسری جگہ فرمایا تتجافی جنوبھم عن المضاجع۔ بستر پر کروٹیں لیتے رہتے ہیں کہ کب عبادت کے لئے اِسے چھوڑیں۔

۳- وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ اور سحری کے وقت اُٹھ کر وہ اپنے گناہوں سے نجات کے لئے دعا کرتے ہیں۔

۴- چوتھی علامت یہاں یہ بیان فرمائی وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ کہ ان کے اموال میں سائلین اور محرومین کا بھی حق ہے۔ پہلی تینوں آیات میں حقوق اللہ کی ادائیگی کا

جلد نمبر ۲۶ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ نمبر ۸

ظہور ۱۳۶۴ ہش
اگست ۱۹۸۵ء

## اداریہ

## جنّت کے مستحق

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذّٰریٰت میں متقیوں کی کچھ علامات بیان فرمائی ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ اپنی جنّت سے نوازے گا۔ فرمایا:-

۱ - اِنَّھُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ (آیت ۱۷) وہ اِس سے پہلے بھی نیکوکاروں میں سے تھے۔ اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے بجالانے والے تھے۔ اگر حدیث میں وارد احسان کی تعریف پر نظر رکھی جائے تو وہ عبادت کو خوش اسلوبی سے بجالانے والے تھے۔

۲ - كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ۔ وہ رات کو کم سوتے تھے۔ یعنی اکثر وقت عبادت میں گذارتے تھے۔ دوسری جگہ فرمایا تتجافی جنوبھم عن المضاجع۔ بستر پر کروٹیں لیتے رہتے ہیں کہ کب عبادت کے لئے اِسے چھوڑیں۔

۳ - وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور سحری کے وقت اُٹھ کر وہ اپنے گناہوں سے نجات کے لئے دعا کرتے ہیں۔

۴ - چوتھی علامت یہاں یہ بیان فرمائی وَفِيْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ کہ ان کے اموال میں سائلین اور محرومین کا بھی حق ہے۔ پہلی تینوں آیات میں حقوق اللہ کی ادائیگی کا

ذکر تھا اور اِس آیت میں حقوق العباد کی ادائیگی کا ذکر ہے۔

تفاسیر اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے قرآنی احکام اور ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کما حقہٗ عمل کیا۔ انہوں نے اس کے الفاظ اور رُوح دونوں کو سمجھا اور اس کے مطابق عمل کیا خواہ کسی حکم کی حکمت سمجھ آئی یا نہ آئی۔

صحابہ کرامؓ کی مالی قربانیوں کا میں اپنے کئی مضامین میں ذکر کر چکا ہوں۔ جب یہ آیت سُنی کہ اس وقت تک تم تقویٰ حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی محبوب ترین چیز خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو تو انہوں نے محاسبہ کر کے اپنی محبوب ترین چیز خدا کے حضور پیش کر دی۔

عشرہ مبشرہ صحابہؓ میں سے ابو اسحٰق حضرت سعدؓ بن ابی وقّاص ایک موقع پر بیمار ہو گئے تو انہوں نے اپنا دو تہائی مال راہِ خدا میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں یہ بہت زیادہ ہے۔ اس پر انہوں نے نصف مال کی پیشکش کی تو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت قبول نہ فرمائی تب انہوں نے ایک تہائی کی وصیّت خدا اور رسولؐ کے حق میں کی۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ جائز ہے اور یہ بہت ہے۔ پھر فرمایا "اگر تم اپنے رشتہ داروں کو مستغنی کر دو تو یہ اس کی نسبت بہتر ہے کہ وہ سوالی بن کر لوگوں سے مانگتے پھریں"۔

خدا کے مامور دُنیا میں تشریف لا کر جب بندوں کا تعلق خدا سے استوار کرتے ہیں تو دُنیا کی محبّت دلوں میں سرد ہو جاتی ہے۔ قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت کی تعلیم نہیں دی۔ ارشادِ رسولؐ ہے کہ حلال کمائی ہر مسلمان مرد پر فرض ہے اور حکم ہے کہ صبح کی نماز کے بعد سوئے نہ رہو رزق کی تلاش میں باہر نکلو لیکن ساتھ ہی یہ فرما دیا کہ اے ابنِ آدم قیامت کے دن خدا کے سامنے جن باتوں کی فوری جواب دہی ہو گی اُن میں سے ایک یہ ہے مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔

انفاق فی سبیل اللہ کی ایک حکمت جہاں تزکیۂ نفوس ہے وہاں تزکیۂ اموال اور مال میں برکت ہے۔ مامورِ زمانہ فرماتے ہیں ؎

بہ بذلِ مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود مے شود ناصر اگر ہمّت شود پیدا

یہ قرآن کی تاثیر کی دلیل ہے کہ آج بھی اِس پر عمل کرنے والے اپنے مال و منال راہِ خدا میں قربان کرتے ہیں اور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جماعتِ احمدیہ میں اِس کی ایک نہیں متعدد مثالیں موجود

ہیں اور یہ عمل بار بار دُہرایا جاتا ہے۔ جب بھی امامِ وقت نے جماعت کو مالی قربانی کے لئے پکارا مخلصین لبیک کہتے ہوئے اپنے مال و منال لے کر حاضر ہوگئے اور اس میدان میں جماعت کی مستورات نے بھی وہ نمونہ دکھایا جو ہمیشہ کے لئے تاریخ کے صفحات کی زینت بن گیا۔ زیور عورتوں کو بہت پیارا ہوتا ہے مستورات نے اپنے زیور بخوشی پیش کر دئے۔

لیکن کل ہی مَیں نے اوپر بیان کردہ سعد بن ابی وقاص کا واقعہ پھر پڑھا اور کل ہی مجھے ایک ایسے واقعہ کا علم ہؤا جو اَب تک میرے خیالات پر حاوی ہے۔

سِلسلہ کے ایک مرحوم بزرگ کا ایک نوجوان بیٹا لاہور میں ملازم تھا۔ اُس کے پاس سر چُھپانے کو جگہ نہ تھی۔ اُس نے بیوی کا زیور بیچ کر پانچ مرلہ زمین پر ایک کمرہ بنوا لیا اور اس میں منتقل ہوگیا۔ مکان بنانے کے بعد ہمّت کر کے اپنی جوان بیوی اور چھوٹی چھوٹی دو بچیوں کو چھوڑ کر دیارِ غیر کو روانہ ہوگیا۔ یہ نوجوان موصی تھا محنت کر کے بیوی کا زیور بیچ کر اُس نے ایک جھونپڑا تیار کیا تھا جس پر قریبًا چالیس ہزار اس کا خرچ ہؤا۔ ابھی اسے گئے سال بھی نہیں ہؤا کہ اُس نے یہ مکان سِلسلہ کی خدمت میں پیش کر دیا اور لکھا کہ حضور اگر یہ منظور نہ فرمائیں تو مجھ سے اِس کی قیمت لے لی جائے۔

آج کی مادی دُنیا میں جب کہ انسان یہ سوچتا ہی نہیں کہ روپیہ کہاں سے آتا ہے۔ وہ جس طرح آئے اس کی جیب میں جائے۔ اور مال کی محبت نے انسانی اقدار کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ ایک نوجوان جس کی عمر ابھی غالبًا چالیس سال بھی نہیں ہوئی کا یہ جذبہ قابلِ قدر ہے۔

یہ ہیں وہ ایثار پیشہ نوجوان جو سلسلہ کے لئے قابلِ فخر ہیں۔ ان کی قربانیاں انہیں بھی سرخرو کریں گی اور جماعت کو بھی۔

راہِ حق میں قربانی کا جذبہ عطا کرنے والے تجھ پر خدا کی ہزاروں رحمتیں ہوں۔

کِسی نے کیا خوب کہا ہے ؏

رحمتِ باری بہانہ مے جوئد بہانہ مے جوئد

رحمتوں والے! اپنی رحمت کی بارش سے ان کے دامن بھر دے۔ ان کے اخلاص اور ایمان میں برکت عطا فرما۔ ان کے اہل و عیال کا تو خود متکفل ہو جا۔ ان کی قربانیوں کو قبول فرما اور اپنے وعدہ

کے مطابق بڑھا چڑھا کر انہیں عطا فرما۔

---

## اللہ لے آیا

وقفِ جدید کے ایک معلّم جو نسلی احمدی نہیں انہوں نے خود احمدیت کو قبول کیا انگلستان کے تاریخی جلسہ میں شریک ہوئے ان کا مضمون اِس شمارہ میں پیش ہے۔ ان کا محکمہ اور دوسرے ادارے انہیں جلسہ میں شمولیت کی اجازت اِس بناء پر نہیں دے رہے تھے کہ مالی طور پر وہ زیرِ بار ہو جائیں گے۔ چار صد کے قریب تنخواہ پانے والا اِتنی خطیر رقم کہاں سے لائے گا۔ اِس جلسہ میں شمولیت کے محرّکات ان کے مضمون میں موجود ہیں۔

آقا کا سامنے ہوُا تو چونکہ وہ وقفِ جدید میں اپنے آقا کے ساتھ کام کر چکا تھا آقا نے سوال کیا آپ کیسے آگئے تو اس نے برجستہ جواب دیا "حضور! اللہ لے آیا"۔ محدود وقت میں اس نے کس طرح تیاری کی اور پھر یہ پروانہ شمع تک کیسے پہنچا اسے خود مطالعہ فرماویں۔ جلسہ سے فارغ ہونے کے فوری بعد جب واپسی کی اجازت کے لئے اپنے آقا کے حضور حاضر ہوئے تو حضور کے یہ فرمانے پر کہ دو چار دن ٹھہر کر لندن کی سیر کر لیں تو انہوں نے کیا خوب جواب دیا کہ حضور بڑی بڑی دیواریں تو وہاں بھی بہت ہیں آپ کی زیارت مقصود تھی سو ہو چکی۔

اِس معلّم وقفِ جدید پر کیا موقوف ہے خدا کی قسم وہاں وہ پروانے بھی پہنچے جنہوں نے بچّوں کا پیٹ کاٹ کر ٹکٹ خریدا۔ وہ بھی پہنچے جنہوں نے عمر بھر کی پُونجی اِس راہ میں جھونک دی اور وہ بھی پہنچے جن کی جیب میں ایک پیسہ نہ تھا لیکن کسی عزیز نے انہیں ٹکٹ لے دیا اور وہ شمع کے گرد طواف کرنے کو روانہ ہو گئے۔ کراچی کے ایسے ہی ایک دوست کے خط کا ایک اِقتباس اِس ضمن میں اِس شمارہ میں دیا جا رہا ہے۔

پیارے آقا! آپ نے اپنی مرضی سے ہمیں الوداع نہیں کہا۔ آپ کو خدا جہاں بھی رکھے آپ کے متبعین، ابراہیمی طیور خدا کی توفیق اور فضل سے وہاں پہنچ جائیں گے۔ اور آپ کی زیارت اور ملاقات سے اپنے دِل کی تپش بجھائیں گے۔ اور جنہیں یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی وہ صبر اور حوصلہ سے اِس جُدائی کو برداشت کریں گے۔ جُدائی اور ابتلاء کی آندھیاں محبت اور عقیدت کی لَو بُجھا نہ سکیں گی۔ جو عہد کیا تھا اُسے نبھائیں گے۔ اے خدا ہمیں اِس عہد پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما۔ قدموں کو ثبات

عطا کرنے والے! استقامت عطا فرما کہ تیرا فضل شاملِ حال ہو تو کوئی بات انہونی نہیں۔

---

## عرش کو ہلا دینے والی آہ و بکا

جمعۃ الوداع کے خطبہ کا خلاصہ پیش ہے۔ بتانے والے نے بتایا کہ اس جمعۃ الوداع کی نماز میں وہ رقّت دیکھنے میں آئی کہ انسانی آنکھ نے ایسے نظارے بہت کم دیکھے ہیں۔ حضور نے جب الحمد للہ ربّ العٰلمین۔ اِیّاکَ نعبدو اِیّاکَ نستعین کو بار بار دُہرایا تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ سربسجود ہوئے تو آہ و بکا سے کُہرام مچ گیا۔ نماز ختم ہو گئی لیکن آہ و زاری ختم ہونے میں نہ آئی تھی۔

اے ہمارے مولا! ہم تیرے عاجز اور ضعیف بندے تیری رضا کے طالب! تیرے در پہ کھڑے دست بستہ تجھ سے ملتجی ہیں۔ ہم تیرے دَر کے سوالی ہیں۔ مولا دامنِ مُراد کو خیر سے بھر دے۔ ہم تو تیری خیر کے محتاج ہیں۔

رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْر

ہمیں امّید ہے کہ تیری درگاہ پر رونے والے کبھی ناکام نہیں ہوئے۔ تجھ سے مانگنے والے نامراد نہیں رہتے۔ تیرے بندے نے فرمایا ؎

ہر کہ نالد، بدرگہت بہ نیاز
بختِ گُم کردہ را، بیابد باز

سوز و گداز عطا کرنے والے آسمانی باپ! اِن موتیوں کا نذرانہ قبول فرما اور اپنے بندوں پر رحم فرما۔

---

## اور وہ پھُوٹ پھُوٹ کر رویا

چند روز پہلے کا واقعہ ہے سلسلہ کے ایک مربّی دفتر میں تشریف لائے انہوں نے سُنایا کہ کرونڈی (سندھ) میں ایک غیر از جماعت نابینا شخص کو جب یہ خبر ملی کہ بھریا روڈ کے چوہدری عبدالرزاق صاحب اِس دُنیا میں نہیں رہے۔ وہ کسی شقی کی گولی کا نشانہ بن گئے ہیں تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا

(باقی ص۱۲ پر)

# وہی عید کرو جو اوّلین کی عید ہے

## صبر اور توکّل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں

## لندن کی نمازِ عید میں تین ہزار افراد کی شمولیّت

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا اسلام کہتے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ لندن نے عید الفطر عید کی مخصوص ..... روایات کے ساتھ منائی۔ اِسلام آباد (ٹلفورڈ) کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں مردوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ پنڈال بنائے گئے تھے۔ لندن کے علاوہ اس کے قُرب وجوار اور برطانیہ کے بعض دیگر شہروں سے کم وبیش تین ہزار افراد نے امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی اقتداء میں نمازِ عید ادا کی۔ حضور مقررہ وقت پر ساڑھے دس بجے صبح مردانہ عیدگاہ میں رونق افروز ہوئے اور نمازِ عید پڑھائی بعد میں تقریباً پینتالیس منٹ کا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں جماعتِ احمدیہ کی عید کی نوعیت بیان فرمائی کہ جماعتِ احمدیہ کی عید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں والی عید ہے جو ابتلاؤں اور دُکھوں میں صبرِ و استقامت اور استقلال کے جلوؤں سے پُر ہے خطبہ عید اور دعا کے بعد حضور نے تمام احبابِ جماعت کو عید مبارک کہا اور فرداً فرداً شرفِ مصافحہ بخشا۔ تمام احبابِ جماعت صفوں میں اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے حضور باری باری ہر صف میں تشریف لے گئے اس صف کے افراد کھڑے ہو جاتے اور شرفِ مصافحہ حاصل کر لیتے۔ اس کے بعد جماعتی طور پر احباب جماعت کے لئے چائے کا بھی اِنتظام تھا۔ علاوہ ازیں بہت سارے لوگ اسلام آباد کے پُر فضا علاقے میں مختلف

گوشوں میں اپنے عزیز و اقارب اور اہل و عیال کے ساتھ خورونوش اور عید کی خوشیوں میں مصروف رہے۔

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورہ مائدہ کی آیات ۱۱۳ تا ۱۱۶ وَإِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ سے لے کر أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ تک تلاوت فرمائیں اور انکا بصیرت افروز ترجمہ فرمایا اور فرمایا کہ ان آیات کے پیش نظر تاریخ عیسائیت دو حصوں یعنی اوّلین اور آخرین میں بٹی ہوئی ہے۔ اوّلین والے حصہ میں غربت، بے وطنی، بے سروسامانی، دکھوں اور ابتلاؤں کے ایک لمبے دَور کا پتہ چلتا ہے اس کے باوجود وہ خدا کے کلام کو برحق سمجھتے رہے جس کے نتیجہ میں ان پر آسمان سے روحانی مائدہ مسلسل نازل ہوتا رہا اور یہ ان کے لئے عید کے سامان کرتا رہا۔ مگر ایک دوسری عید ہے جو آخرین کی ہے جو آج یورپ، امریکہ اور دوسرے ممالک میں عیسائی مناتے ہیں جو گناہوں سے بھرپور اور خدا تعالیٰ سے غافل کرنے والی عید ہے اور فسق و فجور میں مبتلا ہونے کا نام عید رکھا گیا ہے جو بظاہر بڑی چمکیلی اور پسندیدہ دکھائی دیتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کے نتیجہ میں تمہیں ایسا دردناک عذاب دوں گا جو پہلے کسی کو نہ دیا ہوا ہوگا۔ فرمایا خدا تعالیٰ کے اس عذاب کے کچھ نظارے ہم نے جنگ عظیم اوّل اور دوم میں دیکھے ہیں مگر آئندہ جو عذاب خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے گا وہ انتہائی ہیبتناک ہو سکتا ہے۔ فرمایا پاکستان سے آنے والے کئی خطوں میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ہمارے بچے ہم سے پوچھتے ہیں کہ ان صبر آزما حالات میں ہماری عید کیا ہوگی۔ ہم کیسے عید منائیں۔ اسی طرح وہ بڑے بھی مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیسے عید منائیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہی عید کرو جو اوّلین کی عید ہے اور اس پر خوش ہو۔ خدا کا شکر کرو اور اس کی حمد کے ترانے گاؤ۔ وہ عید مناؤ جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے منائی تھی۔ وہ دکھوں کی عید مناتے رہے مگر صبر اور رضا سے مناتے رہے اور کلمۂ ناشکری زبان پر نہ لائے۔ اور جو سبق وہ چھوڑ گئے وہ ہمیشہ قائم رہیں گے اور تاریخ میں روشن رہیں گے۔ پس میں تم سے کہتا ہوں کہ وہی عید مناؤ اور وہ عید مناؤ جو حضرت عیسٰے علیہ السلام اور آپ کے حواری مناتے رہے۔ وہ عید مناؤ جو عبدالقادر، قریشی عبدالرحمٰن، عبدالحمید، انعام الرحمٰن، عقیل بن عبدالقادر، عبدالرزاق اور ان کے خاندانوں نے منائی۔ یہ آخرین میں آئے اور اوّلین سے ملا دیئے گئے۔ فرمایا میری بھانجی جو ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر کی بھی بھانجی ہیں انہوں نے مجھے خط لکھا کہ ممانی صاحبہ (یعنی بیوہ ڈاکٹر عقیل صاحب) اتنے حوصلہ میں تھیں کہ اگر دشمن دیکھے تو خود شرمندہ

ہو جائے۔ اس نے لکھا کہ ہم بھی ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اپنے خاوندوں کو بھی اس راہ میں قربان کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ ہیں۔ اِسی طرح حضور نے چند اور خطوط کا ذکر فرمایا جو احمدی احباب کی قوّتِ ایمانی اور جذبۂ قربانی سے بھرپور تھے۔ ربوہ کے اُداس مکینوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ بعض اوقات مجھے لکھتے ہیں کہ ہم سوچتے ہیں کہ آپ خطبوں میں اکثر ربوہ کے لوگوں کا ذکر بڑے پیار سے کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ہماری ہی طرح کے لوگ ہیں ہمارا ذکر کیوں نہیں آتا مگر ساتھ ہی وہ لکھتے ہیں کہ جب ہم نے ربوہ میں جاکر دیکھا تو واقعی وہ مختلف لوگ نظر آئے۔ ان کے دَر و دیوار پر اُداس خاموشی نظر آئی۔ عبادت گاہیں اذان نہ ہونے کی وجہ سے بظاہر خاموش مگر اندر سے گریہ و زاری کے طوفانوں سے معمور پائیں۔ فرمایا پس مَیں ان بچّوں سے کہتا ہوں جو اپنی ماؤں سے پُوچھتے ہیں کہ ہم کیسی عید منائیں کہ ربوہ کے باسیوں کی عید مناؤ، سکھر کے مظلومین کی عید مناؤ، تھرپارکر کے سپوتوں کی طرح عید مناؤ جنہوں نے نہ اپنا سر نگوں ہونے دیا نہ کلمہ کو مٹنے دیا اور نہ احمدیت کا سر نگوں ہونے دیا۔ جو زنجیروں کو چُوم چُوم کر جیلوں میں گئے اور وہاں کی تاریک فضا کو اپنی عبادت اور نمازوں سے روشن کرتے رہے۔ خیرپور کے قیدیوں کی عید مناؤ جو قید ہوئے مگر یہ عہد کر کے کہ ہم کلمہ کی ہر قیمت پر حفاظت کریں گے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند سے بلند تر کرتے رہیں گے۔ فرمایا پھر مَیں اِن نئی نسلوں سے کہتا ہوں کہ اگر آسمانی لذّتوں سے ناآشنا ہو تو ان لذّتوں سے آشنا ہونے کے لئے سکھّر کے لوگوں سے اس کے گُر سیکھو کیونکہ یہ ایک عجیب عید ہے جو وہ منا رہے ہیں۔ اس کے بعد وقفِ جدید کے ابتدائی ثمرات میں سے ایک ثمر نثار احمد صاحب مورانی جو ہندو تھے اور شرک کی لعنت سے احمدیت کے فیض کے ذریعہ توحید اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار کرنے والے بن گئے انہوں نے اپنے خط میں جو کلمہ کی خاطر قید و بند کی صعوبتوں اور ان میں پنہاں رُوحانی لذّتوں کا ذکر کیا تھا ان کا تفصیلی ذکر حضور نے فرمایا اور فرمایا کہ ایسے جاں نثاروں کے سینوں سے یہ زبردستی کلمہ نوچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ ان ظالموں کو خدا کی تقدیر اگر پکڑے بھی تو ہمیں دُکھ ہوگا اور خدا ان کے سرغنوں کو پکڑے یا نہ پکڑے مگر ہم ان حالات سے راضی ہیں اور کبھی کلمۂ ناشکری زبان پر نہیں لائیں گے۔ یہ کارواں تو آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ اس کی کیفیّت تو دجلہ کی یاد میں کہے گئے ان شعروں میں بیان شدہ حقیقت میں بیان کی جا سکتی ہے جبکہ شاعر کہتا ہے کہ دجلہ عجیب ہے کہ لہروں کی زنجیروں میں جکڑا ہوا بھی آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور دیکھنے والا اسے دیوانہ ہی سمجھتا ہے پس جماعتِ احمدیہ کا قافلہ اِک ایسا قافلہ ہے جو دُکھوں اور غموں کی زنجیروں میں بھی آگے ہی آگے بڑھتا

جا رہا ہے اور بڑھتا چلا جائے گا انشاء اللہ۔ مگر میں ان نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ صبر اور توکّل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو اور اس قافلہ سے اس کے گُر سیکھو اور غیر اللہ کے سامنے کبھی سر نہ جھکاؤ۔ تم بھی بعض راتوں کی دعاؤں کی طرح میرے ساتھ مل کر خدا سے یہ عرض کرو کہ

کہاں تک اِن پہاڑ راتوں کو تیشۂ بے کسی سے کاٹوں
میری محبت کے خواب آ جا غمِ جُدائی کو خواب کر دے

اے اللہ یہ اندھیری راتیں تیشۂ بے کسی سے کاٹتے کاٹتے بعض دفعہ دِل ہاتھ سے نکلتا ہے تُو ہی ہے جو صبر عطا فرما اور اب ان آزمائشوں کو ختم فرما دے اور محبت کے خواب بن کے آجا اور ان دُکھوں کی راتوں کو خواب بنا دے۔ نہیں نہیں اے ہمارے آقا صُبح کا سُورج بن کے طلوع ہو فتح ظفر کا سُورج بن کے طلوع ہو جس کی روشنی سے تمام اندھیرے اور تمام ظلمتیں باطل اور زائل ہو جائیں۔ اے ہمارے آقا تو چاند بن کر آ ہم پر طلوع فرما، جس کی محبت کی ٹھنڈی چاندنی ہمارے دلوں کو تسکین بخشے وہی ہماری جنّت ہے۔ پس ہم اِس جنّت میں بھی راضی ہیں جو جنّت تُو آج ہمیں عطا فرما رہا ہے اُس جنّت میں بھی راضی ہوں گے جو صبح نصر کی جنّت ہو گی، جو صبح ظفر کی جنّت ہو گی۔ پس اے اللہ اے ہمارے آقا ہماری ان قربانیوں کو قبول فرما۔ ہمیں اپنی محبت کی عید عطا کر۔ اس سے بہتر کوئی عید نہیں جو ہمیں مرغوب ہے۔

دعا کے بعد حضور نے فرمایا کہ ساہیوال کے مظلومین کا ذکر رہ گیا تھا دُعا میں تو مجھے یاد آ گئے تھے کیونکہ اجتماعی دعا میں امام کی دعائیں باقی سب کی دُعائیں بھی شامل اور سب کی دعاؤں میں امام کی دعا شامل ہوتی ہے اِس لئے آپ کی طرف سے بھی وہ شاملِ یاد رکھے گئے لیکن آئندہ ان کو بھی اپنے طور پر انفرادی طور پر بھی یاد رکھیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ آپ سب کو عید مبارک فرمائے۔ آمین

---

۲۱ر جون کے خطبہ جمعہ میں امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والے اِنتباہ اور شمال وجنوب میں ہونے والے نشانات کا ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا اِن نشانات کی غرض قرآنِ مجید نے لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ فرمائی ہے کہ انسان خدا کی طرف رجوع کرے اور شوخی سے باز رہے۔ آپ نے نصیحت فرمائی کہ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ہم کہاں اور خدا تعالیٰ کی کیا کیا نافرمانیاں کر رہے ہیں۔

آخر میں آپ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اُسوہ حسنہ ہیں اور آپؐ کے بارہ

میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ آپ نے فرمایا ہمیں انہیں راہوں پر چلنا ہے پس خدا سے رحمت کا نشان طلب کریں جو دُنیا کے لئے ہدایت کا موجب بنے۔ میری یہی تمنّا ہے اور آپ سے بھی یہی چاہتا ہوں۔ ہم جب اپنے لئے بُرا نہیں چاہتے تو دوسروں کے لئے کیوں بُرا چاہیں۔

۲۸ جون کے خطبہ جمعہ میں حضور نے ولقد صرّفنا فی ھٰذا القراٰن من کلّ مثل کی لطیف تشریح فرمائی۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ چونکہ مغفرت اور رحمت کرنے والا ہے اس لئے وہ عذاب جلدی نازل نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ باز آجائیں۔ آپ نے فرمایا قرآن مجید اِس طرزِ عمل کی مذمت کرتا ہے کہ جو پسند آیا اُسے اپنا یا اور جو ناپسند ہوا اُسے چھپا لیا۔ اِس سلسلہ میں آپ نے متعدد مثالیں دیں کہ کس طرح قرآن وحدیث کے ایک حصّہ کو قبول کیا جاتا ہے اور دوسرے سے صرفِ نظر کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا صحت اور عدم صحت کا معیار قرآن ہے جس کا عمل اس کے خلاف ہے اس کا طریق غلط اور جس کا طرزِ عمل قرآن کے مطابق ہے وہ حق پر ہے۔ پس قرآن پڑھ کر دیکھ لو انبیاء کی جماعتوں کا طرزِ عمل کیا تھا اور مخالفین کا کیا۔ قرآن ہی معیار اور کسوٹی ہے۔

حضور نے ۲۱ جون کو نمازِ جمعہ کے بعد چوہدری عبد الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر گوجرانوالہ کے بھائی مظفر احمد کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی اور ۲۸ جون کو نماز جمعہ کے بعد حضور نے ڈاکٹر عقیل بن عبد القادر اور سردار بیگم صاحبہ بیوہ مرزا برکت علی صاحب مرحوم کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

۵ جولائی کے خطبہ جمعہ میں حضور نے تشہّد وتعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورہ المائدہ کی آیت ۶۰ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ.... الخ کی تفسیر بیان فرمائی۔ حضور نے فرمایا ابتلاء اور امتحانات الٰہی جماعتوں کے ہوتے رہے ہیں اور غصّہ انہیں ماموریں کے متبعین کی اچھی باتوں پر آتا رہا ہے۔ قرآن کریم اَكْثَرُهُمْ فَاسِقُوْنَ کہہ کر ان کی بدیوں کا یوں ذکر فرماتا ہے

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

حضور نے فرمایا اقتلوہ او حرّقوہ کے عزائم کو اللہ نے ناکام بنایا اور فانجٰہُ اللّٰہ من النّار کا مژدہ سُنایا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے "آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔" حضور نے فرمایا حضرت بانیٔ سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ تجھ پر موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی مانند زمانہ آنے والا ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کریجئے موسیٰ سے قوم نے کیا سلوک کیا اور اللہ نے کس طرح ان کو نجات عطا کی۔

آخر میں حضور نے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ جن لوگوں کو حقیقتِ حال کا علم نہیں انہیں اپنی دعاؤں میں کبھی نہ بھولیں۔ دعا کریں کہ اللہ کی ہدایت کا نور جلد پھوٹے اور بشاشتوں اور نصرتِ خداوندی کا سورج طلوع ہو۔ وہ دن تمہاری بڑائی کا نہیں خدا کی تحمید اور تسبیح کا دن ہوگا۔ رسولِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور آپ کی عظمت کے ترانے گانے کا دن ہوگا۔

---

## اداریہ ——— بقیہ صفحہ ۶

دیکھنے والوں نے یہ کیفیت دیکھی تو اُسے پُوچھا حافظ صاحب آپ نے اِس خبر کو کیوں اِس قدر محسوس کیا تو حافظ صاحب نے جواب دیا مجھے ہر ماہ وہ پچّاس روپے اور ایک بوری گندم دیا کرتے تھے۔

مولا! اِن بے لبسوں کی خبر گیری کرنے والے کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور مرحوم کے پسماندگان کو اس کے نیک کاموں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرما اور ایسے نایاب وجودوں کو بے لبسوں سے چھیننے والوں کو بھی ہدایت فرما کہ انہوں نے صرف مرحوم کے نہیں کئی دوسرے گھروں کو مبتلائے آلام و آزار کیا۔

### ٹیلے پر کھڑے ہو کر فرمایا

عدی بن حمراء روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیلہ پر کھڑے ہو کر فرمایا:

"مکّہ کی سرزمین! خدا کی قسم تُو تمام زمینوں سے بہتر ہے اور خدا کی سب زمینوں میں خدا کو زیادہ پیاری ہے اگر مجھے نکالا نہ جاتا تو مَیں یہاں سے نہ جاتا۔"

حضرت ابنِ عباس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

"تُو کتنا اچھا شہر ہے اور مجھے کتنا پیارا ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو مَیں کہیں اَور رہائش نہ کرتا۔"

(ترمذی باب فی فضل مکّہ)

# پیارے آقا کی مصروفیات

## ۸ رجون تا ۲۸ رجون ۱۹۸۵ء

(مرتبہ ہادی علی صاحب مربّی سلسلہ احمدیہ)

### درس القرآن :

ابتداءِ رمضان سے ہی امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے شام تا وقتِ افطار سورہ فاتحہ کا درس دیا۔حضور نے آیتِ کریمہ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ کی انتہائی شرح وبسط کے ساتھ بصیرت افروز تفسیر فرمائی جس میں عبودیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے نہایت عارفانہ مطالب کا خزانہ کھولا۔اِس درس میں تقریباً ساڑھے تین صد افراد لندن اور بیرون لندن سے شامل ہوئے۔درس کے بعد تمام احبابِ جماعت کی افطاری اور کھانے کا اعلیٰ اِنتظام تھا۔

### ملاقاتیں :

حضور نے اِس ہفتہ (۸ تا ۱۴ جون) برطانیہ ، پاکستان ، ماریشس ،غانا ،کینیڈا ،جرمنی ،امریکہ اور ابوظہبی سے آنے والے افراد سے ملاقات فرمائی۔ اِن ملاقاتوں میں احبابِ جماعت نے اپنے ذاتی مسائل ،کاروباری اور نجی پروگراموں نیز رشتہ ناطہ کے بارہ میں حضور سے مشورے حاصل کئے۔اِسی طرح طبّی امور کے بارہ میں بھی حضور نے احباب کو مشورے دئے۔ہومیوپیتھک نسخہ جات مرحمت فرمائے اور بعض کو ادویہ بھی مہیّا کی گئیں۔حضور نے بعض امور کے سلسلہ میں اندرون ملک اور بیرون کے متعدد احباب سے ٹیلیفون پر بھی رابطہ فرمایا۔ دفتری ملاقاتوں میں جماعت کی روزافزوں ترقی کے پیشِ نظر تبلیغی، تربیتی اور اِنتظامی پروگرام کے بارہ میں غور وخوض ہوا اور حضور نے ہدایات جاری فرمائیں۔اِسی طرح اشاعتِ قرآن اور کتب کے سلسلہ میں قرآن کریم اور دیگر کتب کے مختلف زبانوں میں تراجم اور کتب کی طباعت اور اشاعت کی پیش رفت کا جائزہ لیا اور مزید ہدایات صادر فرمائیں۔نیز علمی موضوعات پر حوالہ جات اور تحقیق کے لئے بھی ارشادات فرمائے۔

**خطوط:**

۸ سے ۱۴ جون تک کے ہفتہ میں خطوط کی آمد سوا سو سے زائد رہی جن کے مطالعہ کے بعد حضور نے ضروری امور کے بارہ میں مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایات دیں نیز ان خطوط کے جواب حضور کے دستخطوں سے ارسال کئے گئے۔ علاوہ ازیں اِس ہفتہ میں ڈیڑھ صد خطوط کا ملاحظہ فرمایا اور ان پر فیصلہ جات صادر فرمائے۔

**۱۵ تا ۲۲ جون:**

پندرہ اور سولہ جون بروز ہفتہ اور اتوار سورہ فاتحہ کی باقی آیات کا درس دیا۔ رمضان کے آخری روز بدھ کو قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کا درس دیا۔ یہ تمام درس حضور نے انگریزی زبان میں دئے۔ رمضان المبارک کے آخری روز درس کے بعد رقت آمیز دعا حضور نے کروائی۔ دُعا میں ساڑھے تین صد احبابِ جماعت شامل ہوئے۔ دعا کے بعد افطاری اور کھانے کا بھی اِنتظام کیا گیا تھا۔

دعا سے قبل حضور نے فرمایا ستّرہ ملکوں سے رپورٹ موصول ہوئی ہے کہ انہوں نے تحریکِ جدید کے وعدے پورے کر دئے ہیں احباب اِن کے لئے، وقفِ جدید کے وعدے پورے کرنے والوں کے لئے، سلسلہ کے جملہ کارکنان، پاکستان کے احمدیوں، بیماروں کے لئے، ایسے والدین جنہیں بچیوں کے رشتوں کی مشکلات درپیش ہیں، مقروض لوگ، معذور بچے، ایسے بے قصور افراد جنہیں مقدمات میں مبتلا کر کے زندان میں ڈالا گیا ہے، فدائیانِ احمدیت اور یتیم بچّوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

عید کے روز حضور نے ازراہِ شفقت جملہ کارکنانِ سلسلہ اور بعض افراد کو ذاتی طور پر عید کے تحائف دئے اِس سے احباب کی خوشیوں اور سعادتوں میں اضافہ ہوا۔ جزی اللہ امامنا احسن الجزاء۔

اِس ہفتہ برطانیہ، پاکستان، ایران، گھانا، کینیا، سعودی عرب، کویت اور شارجہ سے آنے والے تقریباً ستّر افراد کو حضور نے شرفِ ملاقات سے نوازا۔

حضور نے دفتری ملاقاتوں میں جماعتی کاموں کی وسعت کے پیشِ نظر تبلیغی و تربیتی اور اِنتظامی امور کے بارہ میں وکالتِ علیا، وکالتِ تبشیر، ایڈیشنل نظارت اشاعت و وکالتِ تصنیف کو ہدایات فرمائیں۔

قرآن کریم کے رشین ترجمہ پر نظر ثانی کے کام کا جائزہ لیا۔ ترکی زبان میں بعض کتابوں کے ترجموں اور ان کی اشاعت کا پروگرام بنایا گیا۔ حکومتِ پاکستان کے شائع کردہ قرطاسِ ابیض کے جواب کی اشاعت کے لئے ہدایات جاری فرمائیں۔

روزانہ ڈاک میں تقریباً ڈیڑھ صد خطوط انگریزی، اُردو اور بعض دیگر زبانوں میں حضور کی خدمت میں موصول ہوئے۔ پاکستان سے قریباً ایک ہزار خط موصول ہوئے جن کے جوابات دئے گئے۔

## آمین :

۱۸ر جون بروز منگل مشہور سائنس دان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بیٹے عزیز عمر کی آمین کی تقریب ہوئی۔ حضور نے عزیز سے آخری تین سورتیں دُہرائیں اور دُعا کروائی۔

## جنازے :

چوہدری محمد عبدالرشید صاحب برادر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بیٹے گُل حسن رشید اور چوہدری عبدالرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر گوجرانوالہ کے بیٹے مظفر احمد کی غائبانہ نماز جنازہ حضور نے پڑھائی۔

نوٹ : عید کے خطبہ کا خلاصہ اِس شمارہ میں شائع ہو رہا ہے قارئین حضور کے درس قرآن مجید اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## ۲۲ر تا ۲۸ر جون :

**ملاقاتیں :** حضور نے اِس ہفتہ میں پاکستان، برطانیہ، ماریشس، انڈیا، بنگلہ دیش، گیمبیا، الجزائر کینیا، جرمنی، سویڈن اور کینیڈا سے آنے والے ۱۰۵ افرادِ جماعت سے ملاقات فرمائی۔

اِن ملاقاتوں میں احبابِ جماعت نے خلافتِ حقّہ سے فیض و برکت حاصل کی۔ نیز اپنے ذاتی، کاروباری، رشتہ ناطہ اور طبّی امور وغیرہ کے بارہ میں مشورے حاصل کئے۔

بعض احبابِ جماعت سے حضور نے ٹیلیفون پر بھی رابطہ فرمایا۔

## دفتری ملاقاتیں :

جماعتِ احمدیہ کی روز افزوں ترقی کے پیشِ نظر تبلیغی، تربیتی اور انتظامی امور کا جائزہ لیا گیا۔ چنانچہ وکالتِ علیا، وکالتِ تبشیر، ایڈیشنل نظارت اشاعت و وکالتِ تصنیف کے ساتھ پروگرام مرتّب کئے گئے اور حضور نے ہدایات فرمائیں۔ قرآن کریم کے تراجم اور دیگر کتب کی اشاعت و

طباعت کا جائزہ لیا گیا۔

شعبہ پبلیکیشنز کے کام کا جائزہ لیا گیا جو بفضلہ تعالیٰ غیر معمولی وسعت اختیار کر چکا ہے اور انچارج شعبہ کو پبلیکیشنز کے بارہ میں ہدایات دیں۔

اِسی طرح اشاعت کے پھیلتے ہوئے کام کو بہتر طور پر منظّم کرنے کے لئے وکیل التبشیر کے ماتحت ایک ایڈیشنل وکیل التبشیر برائے اشاعت کی تقرری کی۔ اِس عہدہ پر مکرم منیر الدین صاحب شمس سابق مربّی کینیڈا کو مقرر کیا گیا ہے۔

## کمیٹی کی تشکیل:

مخالفین کے اعتراضات اور جماعت کے علماء کی طرف سے دئے گئے جوابات کو آرگنائز کرنے کے لئے حضور نے ایک کمیٹی تشکیل فرمائی جس کی نگرانی براہِ راست حضور فرما رہے ہیں اور خدا کے فضل سے بڑی سُرعت سے کام آگے بڑھ رہا ہے۔

## خطوط:

اِس ہفتہ دُنیا کے مختلف خطّوں سے حضور کی خدمتِ مبارک میں انگریزی، اُردو، فرنچ، جرمن، انڈونیشین، سواحیلی، بنگالی اور ہندی زبانوں میں ایک ہزار تین سو اکیس خطوط موصول ہوئے۔ جن میں دفتری خطوط اور رپورٹس بھی شامل ہیں۔ مستقل دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ کی وساطت سے پہنچنے والا الاخلاصہ ڈاک اس کے علاوہ ہے۔ حضور نے جملہ خطوط کو ملاحظہ فرمایا۔ سینکڑوں خطوط کے جوابات پر دستخط فرمائے۔ دفتری خطوط و رپورٹس پر فیصلہ جات فرمائے۔

## تاریں:

عرصہ زیرِ نظر میں حضور کی طرف سے مختلف ممالک میں مبارکبادی اور تعزیت وغیرہ کی تاریں ارسال کی گئیں۔ اسی طرح جماعتی پروگراموں کے بارہ میں بعض تاریں دی گئیں۔

## نکاح:

مورخہ ۲۱ جون بعد نماز عصر حضور نے اپنے برادرِ نسبتی مرزا شمیم احمد صاحب مرحوم کی بیٹی سعدیہ عصمت احمد صاحبہ اور برادرِ نسبتی مرزا نسیم احمد صاحب کے بیٹے مرزا نعمان احمد صاحب کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ ساتھ ہی مکرم محمد ارشد مغل صاحب نو احمدی (ایسٹ لندن) اور محترمہ قمر شہناز صاحبہ بنت ملک عطاء اللہ صاحب لاہور کے نکاح کا بھی اعلان فرمایا۔ خطبہ نکاح کے دوران حضور نے مرزا شمیم احمد صاحب اور مرزا نسیم احمد صاحب کے ساتھ اپنے جسمانی رشتے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اِس لحاظ سے (باقی صـ۳۶ پر)

# حُبِّ رسُول متاعِ ایمان ہے

ایک حدیث کے مطابق اگر خدا اور اُس کا رسولؐ ماں باپ اور اولاد سے بڑھ کر محبوب نہیں تو دعوئ ایمان عبث ہے۔

اور حُبِّ رسولؐ کا تقاضا ہے کہ وہ سب محبّتوں پر غالب ہو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماں باپ سے بڑھ کر محبوب ہوں۔ اولاد سے زیادہ پیارے ہوں محبت صرف زبان سے نہ ہو بلکہ عمل اس کی تائید کرتا اور گواہی دیتا ہو۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ عشق اور مُشک کبھی چھپ نہیں سکتے۔ مُشک کی خوشبو خود پکارے گی کہ یہاں مُشک دھرا ہے۔ جیسے کسی نے کہا

مُشک آنست کہ خود ببوئد نہ کہ عطار بگوید

اور یہی حال عشق کا ہے۔ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد فرماتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ؏

دِل میں ہو عشق صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ عربی کلام میں اِس محبّت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

یَا حِبِّ اِنَّکَ قَدْ دَخَلْتَ مُحَبَّةً
فِیْ مُهْجَتِیْ وَمَدَارِکِیْ وَجَنَانِیْ

اے میرے محبوب تیری محبّت میری رُوح، میرے حواس اور میرے دل میں داخل ہو چکی ہے۔
اپنے اُردو کلام میں فرماتے ہیں ؎

تیری اُلفت سے ہے معمور میرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے

اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں ؎

دیدم بعَینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جلالِ محمّد است

مَیں نے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سُنا۔ مجھے ہر جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلال کی ہی پکار سُنائی دی۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد وعلیٰ آل محمّدٍ وبارك وسلّم

# ناظم اعلیٰ مجلس انصار اللہ یو کے کی الوداعی تقریب

(مرسلہ ہادی علی صاحب مربی سلسلہ)

مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب بنگوی سابق ناظم اعلیٰ انصار اللہ یو کے کے اعزاز میں مجلس عاملہ انصار اللہ یو کے نے مورخہ ۱۹ مئی بروز اتوار نصرت ہال میں الوداعی تقریب منعقد کی جس میں امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب بنفس نفیس رونق افروز ہوئے۔

اس تقریب میں مرکز سلسلہ سے تشریف لانے والے بزرگان سلسلہ کے علاوہ مجلس عاملہ جماعت احمدیہ یو کے مجلس عاملہ انصار اللہ یو کے اور مجلس عاملہ لندن نے بھی شمولیت کی۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد جملہ حاضرین کرام نے حضور کی اقتداء میں انصار اللہ کا عہد دہرایا۔

اس کے بعد نئے ناظم اعلیٰ انصار اللہ یو کے مکرم خواجہ رشید الدین صاحب قمر نے مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب بنگوی کو سپاسنامہ پیش کیا اور ان کی خدمات کو سراہا۔ بعد ازاں مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب بنگوی نے اس کا جواب دیا۔

اس کے بعد حضور نے مختصر خطاب فرمایا اور فرمایا کہ الوداع ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اب کام ختم ہو گیا بلکہ ہر حال میں خدمت سلسلہ کی جا سکتی ہے اور دوبارہ اسی خدمت پر انسان مامور ہو سکتا ہے۔ نیز فرمایا کہ پہلے عہدیدار کام کو ایک LEVEL تک پہنچاتے ہیں اور پھر بعد میں آنے والوں کا کام ہے اس LEVEL کو آگے بڑھاتے ہیں اور ایک بلند مقام تک لے جاتے ہیں اور اس طرح یہ کام ہمیشہ ترقی کی جانب رواں دواں رہتا ہے۔

حضور نے مکرم بنگوی صاحب کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی خدمات کو سراہا اور دعا کرائی۔

---

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اپنے خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھو۔ اشھد ان لا الہ اِلّا اللّٰہ ایسا پیارا جملہ ہے کہ اس کلمہ کے نہ ہونے کی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں پر تباہی آئی۔ (ملفوظات جلد سوم)

# لندن کا تاریخی جلسہ اور آنکھوں دیکھا حال

(مکرم سردار احمد صاحب معلّم وقفِ جدید)

خاکسار نے جب سُنا کہ ۵، ۶، ۷ اپریل ۱۹۸۵ء کو جلسہ لندن میں ہو رہا ہے تو دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی وہ عظیم جلسہ دیکھوں اور اس کے محرّکات بعض اور بھی تھے جو دل سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً یہ کہ میں نے خیال کیا کہ اگر بانیٔ سلسلہ کسی دوسرے ملک میں آتے تو کیا میں اس سے محروم رہ جاتا وہاں نہ جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مہدی آئے تو خواہ برف کے پہاڑ سر کر کے جانا پڑے تب بھی اس کے پاس جانا۔

کبھی یہ خیال آیا کہ ہم جلسہ سالانہ پر جاتے تو حضور کی تقاریر سُنتے اور رُوحانی آبِ حیات سے سیر ہوتے۔ زندگی کا پانی پیتے اور اپنے اندر زندگی محسوس کرتے۔ اِس سال ہم اِس رُوحانی پانی سے محروم کر دئے گئے ہیں اِس لئے اپنے اندر کمی محسوس کرتے ہوئے یہ رُوحانی غذا تلاش کرنے کے لئے سفرِ یورپ کا پختہ ارادہ بنا لیا۔

۲۸ مارچ کو ربوہ میں پی۔ آئی۔ اے کے دفتر میں گیا تو انہوں نے کہا کہ سیٹیں تو بُک ہو چکی ہیں فون پر پتہ کرتے ہیں کہ سیٹ مِل جائے۔ اب دعا کے سوا چارہ نہیں تھا۔ خیرات کو ٹیلیفون پر پتہ چلا کہ اسلام آباد سے یکم و ۲ اپریل کی درمیانی رات کو جو پرواز ہے اس میں سیٹ ہے چنانچہ آٹھ ہزار چار سو روپیہ جمع کروایا اور صبح بس کے ذریعہ راولپنڈی گیا اور بیت النور پہنچا۔ اس رات ساڑھے بارہ بجے فلائیٹ تھی چنانچہ اُسی رات راولپنڈی کے قائد صاحب سے ملا تو انہوں نے ٹیکسی اور ایک دوست ساتھ دیا اور ہم چکلالہ پہنچے۔ لاؤنج میں بہت سے احمدی احباب تھے اس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ سپیشل گاڑی جلسہ کے لئے جا رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد چیکنگ ہوئی تو چونکہ احمدی درویشوں کے پاس کوئی قابلِ اعتراض چیز نہ تھی اِس لئے ہمیں اجازت مِل گئی۔ اِتنے میں جہاز تک لے جانے والی گاڑی آ گئی تو ہم اس میں سوار ہو کر ہوائی جہاز تک گئے اور نمبروار سوار ہوتے گئے

ایک لڑکی کی آواز میں اعلان ہوا کہ اب پرواز ہونے والی ہے ہماری پہلی پرواز سات گھنٹہ کی ہوگی اور باتوں باتوں میں ہوائی جہاز دس ہزار آٹھ سو میٹر کی بلندی پر پرواز کرنے لگا۔ اس قافلہ کا پہلا پڑاؤ استنبول تھا۔ جب جہاز ہوا سے باتیں کر رہا تھا تو مجھے حضورؐ کی حدیث یاد آئی کہ دجّال کا گدھا مشرق سے مغرب تک چھلانگ لگائے گا اب مَیں اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ رہا تھا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

جب جہاز پرواز پر تھا تو خاکسار اس کی کھڑکی سے باہر دیکھ کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا کہ صبح ہوگئی ہے یا نہیں۔ رات بھر خدا تعالیٰ کی حمد کرتا رہا۔ آنحضورؐ کی ایک دعا حدیث میں پڑھی ہوئی تھی کہ حضورؐ جب بلندی پر جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ

مَیں یہ دُعا بڑے شوق سے کرتا رہا۔ سات بجے جب استنبول اُترنے والے تھے تو میری گھڑی پر ۳½ بج رہے تھے۔ پاکستان میں سُورج نکلا ہوا تھا لیکن وہاں صبح کا کوئی نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ ریسٹ کرنے کے بعد جب دوبارہ پرواز کا اعلان ہوا کہ اب سے تین گھنٹہ بعد ہالینڈ اُتریں گے۔ ہالینڈ تک کا سفر پھر اسی طرح اللہ اللہ کرتے گزارا۔ ہالینڈ کے ہوائی اڈہ پر بھی وہی حالت تھی۔ مَیں نے ایک ساتھی سے پوچھا کہ مَیں نے تو نماز پڑھنی ہے لیکن ابھی صبح نہیں ہوئی۔ تو وہ کہنے لگے کہ رات ابھی جاری ہے ہم جس طرف جا رہے ہیں رات بھی اسی طرف جا رہی ہے۔ چار پانچ گھنٹے اَور بڑھ گئی ہے۔ ہالینڈ سے جب لندن کے لئے روانہ ہوئے تو یہ پرواز ۴۵ منٹ کی تھی اس پرواز کے دَوران نماز ادا کی۔ اب کچھ روشنی بھی ہو رہی تھی اس لئے کھڑکی سے باہر دیکھنے کے شوق میں بیٹھ گیا۔ ہماری گھڑی پر دس بجنے والے تھے اور وہاں صبح کا سُورج نکل رہا تھا۔ نیچے بادل اس طرح نظر آ رہے تھے کہ جیسے دھنکی ہوئی رُوئی پڑی ہو۔ لندن پر جب پرواز نیچی ہوئی تو پہلے سمندر پھر لانچیں نظر آئیں جو اس طرح معلوم ہوتی تھیں جیسے پانی پر کوئی مکھی تیرتی ہو لیکن شہر پھولدار کپڑے کی مانند نظر آیا۔ سڑکیں اور ٹریفک کھلونوں کی طرح نظر آنی شروع ہوئیں۔

لندن کا ہوائی اڈہ جو کہ بہت بڑا (۱۲ میل) میں پھیلا ہوا ہے نظارہ کیا جو کہ بین الاقوامی پروازیں یکے بعد دیگرے تین تین منٹ بعد دیکھنے میں آئیں۔ جہاز سے اُترنے کے بعد لاؤنج میں آئے تو نئے سرے سے کاغذات کی دیکھ بھال شروع ہوئی۔ یورپ کا حیرت انگیز انتظام دیکھا۔ جب برآمدے میں چلنا ہوتا تو دونوں طرف آنے اور جانے کے راستے خود چل رہے ہوتے اور

جب کسی دروازے میں سے گذرنا ہوتا تو وہ قریب ہوتے ہی کھُل جاتا اور گذرنے پر خودبخود بند ہو جاتا لیکن بند ہونے کی آواز تک نہ آتی۔ وہاں چیکنگ پر کوئی تکلیف کا سامنا نہ ہوُا۔ وہاں لڑکیاں ہی ڈیوٹی نباہ رہی تھیں۔ کئی کوئنٹرز تھے کسی جگہ بھی رَش نہ ہونے پاتا اور ہر جگہ ایک ہی آدمی جاتا اور جلدی ہی فارغ ہو جاتا۔ صرف پاسپورٹ اور انجمن کی چِٹھی دیکھتے اور ویزا لگا دیتے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ لڑکیاں ہی سارا کام سرانجام دیتی ہیں۔ جب مَیں پیش ہوُا تو ان کے سامنے ٹکٹ اور پاسپورٹ رکھا۔ وہ لیٹر لیٹر پکار رہی تھیں۔ مَیں حیران لیٹر لیٹر کا مطالبہ سُن رہا تھا مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہاں مجھے ایک دوست نے کہا کہ انجمن کی چِٹھی دکھاؤ۔ جب مَیں نے چِٹھی دکھائی تو اس نے کہا بس بس شکریہ۔ فوراً ایک ماہ کا ویزا لگا دیا۔ پھر ہم اپنا سامان لے کر باہر جانے کو پریشان تھے کہ اس وسیع وعریض برآمدہ میں ایک قطعہ پڑھا جس پر احمدیت زندہ باد لکھا ہوُا دیکھا تو دیکھتے ہی جان میں جان آگئی۔ جب وہاں پہنچے تو خدام رہنمائی کے لئے موجود پائے۔ انہوں نے کہا فلاں جگہ ٹیکسیاں موجود ہیں اور وہ سولہ سواریوں کو لے کر اسلام آباد پہنچا دیتے ہیں۔ خوشی کی انتہاء نہ رہی جب اسلام آباد پہنچے تو سڑک پر اُردو میں لکھا ہوُا بورڈ پڑھا "اسلام آباد"۔ اسلام آباد کیا تھا خدا تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت تھی۔ گھاس کے پلاٹ۔ جلسہ کے لئے ایک خوبصورت فیتا سے احاطہ کیا ہوُا تھا جیسے ربوہ میں رسیوں سے احاطہ ہوتا تھا۔ بیت الاقصیٰ کے عقب میں بیرکوں سے کہیں بڑی عمارتیں پائیں۔ ہر جگہ گرم وسرد پانی، زمین دوز بیت الخلاء، دفاتر، لنگر خانہ۔ الغرض خوبصورت دلکش پلاٹ میں قریباً آٹھ ہزار مہمانوں کی رہائش کا انتظام تھا۔ اندر پختہ سڑکیں خوشنما چپس سے بنی ہوئی تھیں۔ حضور کے لئے الگ رہائش کا انتظام تھا۔ یہ جگہ (قطعہ زمین) جتنے میں خریدی تھی اس قیمت سے زیادہ قیمت کے درخت دیکھے۔

وہاں کھانے کا انتظام لنگر کا تھا۔ لنگر میں کھانے کا وقت تھا۔ مرغ کا گوشت پکا ہوُا تھا اور ساتھ سُرخ گندم کے نان تھے۔ ہم نے کھانا کھا کر خدا کا شکر ادا کیا۔ ربوہ میں ہم شوربہ سے بوٹیاں تلاش کرتے تھے اور وہاں شوربہ تھا ہی نہیں۔ مُرغ کافی تعداد میں پکے ہوئے تھے۔ موسم کافی سرد تھا گرم گرم گوشت کھا کر چائے پی اور سونے کے کمرہ میں گئے تو حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کہ ہم پرالی پر سونے والے

اور وہاں فوم کے گدے جن پر گرم کپڑے چڑھائے ہوئے تھے۔ رضائیاں گرم، کمرہ گرم اور واٹر پروف تھا۔ ہر کمرہ میں گرم و سرد پانی کا انتظام تھا۔ قریب ہی ایک بیرک نماز کے لئے مخصوص تھی۔ سردی بہت تھی باہر جانا دشوار تھا خیال گذرا کہ اپریل کا مہینہ ہے وہاں اتنی سردی کہاں ہوگی۔ یہاں جانے سے قبل باجوہ صاحب سے پوچھا کہ کپڑے کیسے لے کر جاؤں کیونکہ باجوہ صاحب وہاں کئی سال رہ کر آئے تھے انہوں نے فرمایا کہ گرم کپڑے جتنے ملتے ہیں لے جاؤ۔ اس لئے میں دو جرسیاں، ایک کوٹ اور ایک سویٹر لے کر گیا تھا وہ سب صبح کو پہنے پھر بھی سردی لگ رہی تھی۔ سخت قسم کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور بارش بھی تھی۔ کسی نے بتایا کہ جلسہ کے لئے ایک خیمہ لگایا جا رہا ہے۔ دوسرے دن صبح مشن ہاؤس چلے گئے جو وہاں سے تیس۳۰ میل کے فاصلہ پر تھا۔ جماعت نے کرایہ پر بس کا انتظام کیا ہوا تھا۔ رعایتی کرایہ ساٹھ روپے روزانہ تھا۔

بعض آدمیوں کے پاس گرم کپڑے نہیں تھے وہ کوٹ خریدنے کے لئے گئے اور جیسا ہم لاہور کے لنڈا بازار سے ۲۰ روپے کا کوٹ خریدتے تھے ویسا کوٹ لندن میں ۶۰۰ روپے میں خریدا اور مجبور تھے۔ اگر میں پاکستان سے گرم کپڑے لے کر نہ گیا ہوتا تو شائد چار دن بھی لندن میں نہ رہ سکتا خدا کا شکر کیا جس نے رہنمائی فرمائی۔

جلسہ گاہ میں گورے خیمے نصب کر رہے تھے جو خدام الاحمدیہ کے ہال سے بھی دوگنا بڑے تھے۔ بنے ہوئے اس طرح سے تھے کہ ان کے اندر نہ ہوا اور نہ بارش کا قطرہ داخل ہو سکتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ خیمے پہلے استعمال نہیں ہوئے۔ دریافت کیا کہ کیا کرایہ پر ہیں تو پتہ چلا اٹھارہ ہزار پونڈ کرایہ فرم وصول کرے گی۔ ان میں جلسہ ہوتا رہا۔ دورانِ جلسہ کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آئی۔ بڑے امن سے انجام پذیر ہوا۔ زائر تقریباً سات آٹھ ہزار تھے۔ بعض بمع اہل و عیال آئے ہوئے تھے۔ بسوں کی طرح کے کمرے کثرت سے تھے جو کہ زائر کرائے پر لائے ہوئے تھے۔ ایسے کمروں سے میدان کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ان کمروں کے نیچے پہیے لگے ہوئے تھے بس کی طرح جدھر چاہیں لے جائیں ان فیملی کوارٹروں سے وہاں کے لوگوں کی ترقی کا پتہ لگانا مشکل نہ تھا جو کہ یورپ نے سہولت بہم پہنچا کر حضورؑ کی پیشگوئی پوری کرنے کی نئی نئی ایجادیں تیار کیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

پیارے آقا سے ملاقات کے شوق کی بیتابی کی وجہ سے جلسہ سے پہلے ہی درخواست کی ہوئی تھی۔ اعلان ہوا کہ اسلام آباد میں ۳۰ اپریل کو پیارے امام سے شرفِ ملاقات حاصل ہوگا یکلخت خوشی

کی لہر دوڑ گئی۔ وقت کے انتظار میں گھڑیاں بھی لمبی ہوتی ہیں۔ اسی اثناء میں معاً خیال آیا کہ سب سے آخر میں ملاقات کروں گا تا ملاقات کا زیادہ موقع پاؤں۔ میرے ہمراہ سات افراد گوجرانوالہ سے آئے ہوئے تھے۔ اسی ترکیب کو بروئے کار لایا اور آخر میں حضور سے ملاقات کی۔ جاتے ہی حضور نے سینہ سے لگا لیا۔ ملتے ہی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے میں نے حضور کی گردن کے دونوں اطراف بوسہ دیا۔ حضور فرمانے لگے کہ کیسے لندن پہنچ گئے۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ لے آیا۔ پھر میری بچی کا حال دریافت فرمایا میں نے عرض کیا حضور اُس نے بی۔ اے کر لیا ہے۔ اِس طرح باتوں باتوں میں ملاقات کا کافی وقت مِل گیا لیکن پھر بھی حسرتیں پوری نہ ہوئیں۔ بہرحال یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا۔

دوسرے دن جلسہ شروع ہوا۔ پہلے روز جمعہ تھا جمعہ میں ہی شعبہ سمعی و بصری والوں نے وڈیو لگائے ہوئے تھے۔ ہر جگہ حضور کی آواز اور تصویر بھی نظر آتی تھی۔ مثلاً اگر تقریر مردانہ حصّہ میں ہے ہے تو زنانہ حصّہ میں بھی تصویر اور آواز دونوں ساتھ ساتھ دکھائی اور سُنائی دیتے۔

ہم کوشش کرتے کہ نماز میں بیت الفضل لندن میں حضور کے قریب بیٹھیں۔ ایک دن جگہ نہ ملی تو ہال میں نماز پڑھی۔ جب سوال و جواب کی مجلس شروع ہوئی تو سب کچھ ہال میں نظر آ رہا تھا۔ دیواروں کے ساتھ رنگین ٹیلیویژن سیٹ لگے ہوئے تھے ان میں سوال کرنے والے، جواب دینے والے اور سامعین سبھی نظر آتے تھے۔ ایک دن مجلس سوال و جواب ہو رہی تھی خاکسار کو سمعی بصری دفتر میں جانے کا اتفاق ہوا تو اس میں بھی وہی حالت تھی اور اسی طرح عورتوں کے ہال میں بھی۔ سائنس کی اِس ترقی پر خدا تعالیٰ کی شان یاد آتی تھی اور سرورِ دو عالم کی پیشگوئیاں اور یہ ضرورتیں پوری ہونا ایک وجد پیدا ہوتا تھا۔

دوسرے ہفتہ خاکسار نے انفرادی ملاقات کی درخواست کی۔ حضور جب ملے تو تین افراد اَور بھی موجود تھے حضور نے اُٹھ کر گلے لگایا۔ دوسروں کو بتانے کے لئے فرمانے لگے یہ شیعوں کے سپیشلسٹ تھے جب سے احمدی ہوئے انہوں نے بہت خدمت کی۔ اب بھی وقفِ جدید میں کام کرتے ہیں۔ یہ تو اِن کا تعارف میں نے کرایا ہے اب تم اپنا تعارف کرواؤ۔ وہ ہنس پڑے پھر انہوں نے تعارف کرایا اور جب اُٹھنے لگے تو خاکسار نے عرض کی حضور اجازت لینے آیا ہوں حضور نے فرمایا کہ چار دن ٹھہر کر لندن کی سیر کرو۔ خاکسار نے عرض کی کہ آپ کو ملنا تھا مل لیا دیواریں تو پاکستان میں بھی بڑی بڑی ہیں۔ میں نے کہا حضور اگر چار دن رہنا ہے تو کوئی ڈیوٹی دی جاوے تو حضور نے فرمایا کہ آپ کی ڈیوٹی آذان پر ہی لگائی جا سکتی ہے۔ اس دن خاکسار نے بیت الفضل میں اذان دی

قریباً سال کے بعد پیارے آقا نے یہ موقع دیا۔ جب اذان میں یہ یاد آیا کہ پاکستان میں سال بھر سے ہم محروم ہیں تو دل بھر آیا اور رقت طاری ہو گئی۔

حضور کے ارشاد پر چار دن سیر کا پروگرام بنایا گیا۔ مکرم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب اور خاکسار روزانہ کسی طرف سیر کو جاتے اور قدرت کے عجائبات دیکھتے۔ ایک دن ہم بس پر جا رہے تھے تو ایک جگہ آئی جس لڈگیٹ کہتے ہیں راجہ نذیر صاحب فرمانے لگے کہ یہاں اُتر جائیں اور دیکھیں کہ یہ کیا ہے ہم اُتر گئے تو دیکھا اس علاقہ میں ایک عظیم گرجا ہے جس پر کئی حکومتوں نے کروڑوں اربوں ڈالر خرچ کئے تھے۔ اور ایک عظیم عمارت ہے۔ اندر جا کر دیکھا تو اس کے کئی وارڈ تھے۔ اس میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ساری تاریخ دہرائی ہوئی تھی۔ مورتیاں بنا کر مسیح کی پیدائش سے لے کر قبر تک سب رکھا ہوا تھا۔ جب ہم حضرت مریمؑ کے مجسّمہ کے پاس گئے تو وہاں انگلش میں لکھا ہوا تھا کہ اے بیت اللحم میں پیدا ہونے والے پاک بچّے اب پھر ہم میں پیدا ہو ہم کو گناہ سے پاک کر۔ یہ دیکھ کر ہم بہت حیران ہوئے اور مکرم راجہ صاحب نے اس کو نوٹ کر لیا۔ ایک عورت تصویر فروخت کر رہی تھی خریدی۔ اس دن عیسائیوں کا کوئی فنکشن تھا کسی بشپ کی تقریر تھی ہال کرسیوں سے بھرا ہوا تھا لیکن ان پر دو درجن سے زائد سامعین نہیں تھے۔ مکرم راجہ صاحب نے انگریزی میں ایک لڑکی سے جو سننے کے لئے کرسی پر بیٹھی تھی سوال کیا کہ سامعین کہاں ہیں؟ وہ کہنے لگی جس کا جی چاہے وہ سننے کوئی مجبوری نہیں ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ یہ قوم اب عیسائیت میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ مسیح کی صلیب کے ساتھ دو ڈاکوؤں کی صلیب گاڑی ہوئی تھی اور وہ ویسا ہی میدان بنایا ہوا تھا جہاں مسیح کو صلیب دی تھی۔ قبر کمرہ نما پتھر کی بنی ہوئی تھی اور اس میں چادر بھی تھی جس میں مسیح کو رکھا گیا تھا ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ وہی قبر جو کہ یوسف آرمیتیہ نے بنوائی تھی اس کو اُٹھا کر یہاں لے آئے ہیں۔ شام تک ہم وہاں رہے اور وہ اِتنا وسیع گرجا تھا کہ ہم صرف نچلی منزل ہی دیکھتے رہے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ کسرِ صلیب کانفرنس اِسی علاقہ میں ہوئی تھی۔ اس سے احمدیت کی نمایاں شان نظر آئی۔

۲

مکرم غلام لیٰسین صاحب کراچی سے لکھتے ہیں:۔

الحمد للہ بفضلِ ایزدی مجھے جلسہ سالانہ لندن ۱۹۸۵ء میں شمولیّت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ کہاں مَیں ناچیز اور کہاں جلسہ لندن۔ مَیں دِل ہی دِل میں خود حیران ہوں

کہ یہ ماجرا کیسے ہؤا۔ سب سامان میرے خدا نے میرے لئے آسمان پر کئے اور تقدیرِ الٰہی نے میرے بڑے لڑکے کے دِل میں تحریک کی اور اُس نے مجھ سے رائے اور مشورہ لئے بغیر خود بخود اس ارادہ کا اظہار کر دیا۔ مَیں اِسے دل میں گمنام سا مذاق تصوّر کرتا رہا یہاں تک کہ تین، چار ہفتے خاموشی سے گذر گئے۔ اچانک ایک دن پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور سات ہزار پانچ سو روپے کی رسید مجھے دی کہ اب آپ پاسپورٹ وغیرہ جمع کرا کر ہوائی جہاز کا ٹکٹ لے لیں اور چھٹی بھی حاصل کر لیں۔ اب مجھے کچھ کچھ یقین ہونے لگا کہ بھئی کچھ کچھ بات شروع ہو گئی ہے۔ مگر ابھی تسلّی نہیں تھی کہ ٹکٹ لے کر کیا کریں گے۔ زادِ راہ اس سے زیادہ بھاری ہے۔ دو دن بعد اس نے کچھ پونڈ، ٹکٹ، پاسپورٹ وغیرہ دئے تب مجھے تسلّی ہوئی کہ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے جانے کے سب سامان پیدا کر دئے اور مَیں دل ہی دِل میں محوِ حیرت تھا کہ میرے مولیٰ تیری کیا بات ہے تُو اپنے لیسین کو اپنے پیارے امام کے درشنوں کے لئے لندن بھیج رہا ہے۔ اللہ اللہ۔ یہ سب میرے پیارے خدا کی مہربانیاں تھیں ورنہ یہ لندن کا خیال تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

## جامعہ احمدیہ میں داخلہ کا انٹرویو ۱۱ اگست کو ہوگا

اِس سال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے واقفینِ زندگی طلباء کا انٹرویو انشاء اللہ ۱۱ اگست ۱۹۸۵ء کو ہوگا۔ ۸ بجے صبح وکالتِ دیوان تحریکِ جدید میں ہوگا۔ امیدواران، پاس کردہ امتحان کی سند تا سرٹیفکیٹ کی فوٹو کاپی کے علاوہ مقامی جماعت کے امیر یا صدر صاحب کی تعارفی چٹھی ساتھ لے کر مقررہ وقت پر انٹرویو کے لئے تشریف لے آئیں۔ تعارفی چٹھی میں امیدوار کی عمر، تعلیم، حاصل کردہ نمبر اور ڈویژن کی تصدیق بھی ہو۔

۲۔ جو طلباء جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی خواہش رکھتے ہیں اور ابھی درخواست نہیں دی وہ فوری طور پر درخواست بھجوا دیں اور خود مقررہ وقت پر انٹرویو کے لئے تشریف لے آئیں۔

۳۔ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے اصولاً امیدوار کی عمر ۱۷ سال یا اس سے کم اور تعلیم کم از کم میٹرک سیکنڈ ڈویژن (۴۵ فیصد نمبر) ہونا ضروری ہے۔ ایف۔ اے، بی۔ اے، ایم۔ اے پاس کے لئے عمر اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

(وکیل الدیوان تحریکِ جدید۔ ربوہ)

# نعتِ خاتم الانبیاءؐ

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال ربوہ

اے رسولِ خدا تجھ پہ لاکھوں سلام  اے شہِ دوسرا تجھ پہ لاکھوں سلام
ہادی و رہنما تجھ پہ لاکھوں سلام  اے شفیع الوریٰ تجھ پہ لاکھوں سلام
اے حبیبِ خدا تجھ پہ لاکھوں سلام
خاتم الانبیاء تجھ پہ لاکھوں سلام

تیری رحمت کے سایہ میں دونو جہاں  نُور سے تیرے مملو ہیں کون و مکاں
تُو ہے نبیوں کا سردار شاہِ شہاں  افضل الانبیاء تجھ پہ لاکھوں سلام
اے حبیبِ خدا تجھ پہ لاکھوں سلام
خاتم الانبیاء تجھ پہ لاکھوں سلام

ذرّہ ذرّہ ہے ممنونِ احساں تِرا  کِتنی انمول نعمت ہے قرآں ترا
کوئی ثانی نہیں جانِ جاناں تِرا  دِلبر و دِلرُبا تجھ پہ لاکھوں سلام
اے حبیبِ خدا تجھ پہ لاکھوں سلام
خاتم الانبیاء تجھ پہ لاکھوں سلام

فہم و ادراک سے بالا تیرا مقام  خود خدا اور فرشتوں کا تجھ پہ سلام
جس طرح نام ہے ویسے ہی تیرے کام  زینتِ دوسرا تجھ پہ لاکھوں سلام
اے حبیبِ خدا تجھ پہ لاکھوں سلام
خاتم الانبیاء تجھ پہ لاکھوں سلام

# حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے چند صحبت یافتہ دوستوں کا ذکرِ خیر

## عشق و محبّت کی دلنواز اور رنگین داستان

(مکرم غلام رسول صاحب اعوان ناظم انصار اللہ ضلع ڈیرہ غازیخاں)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا الہام ہے " القیت علیك محبةً منّی و لتصنع علیٰ عینی"۔ مَیں تیری محبّت لوگوں کے دلوں میں بٹھاؤں گا اور اپنی آنکھوں کے سامنے تیری پرورش کروں گا۔

یہ الہام حضور کو دعوئ ماموریت سے بہت پہلے ہؤا اور حرف بحرف پورا ہؤا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ کی محبّت لوگوں کے دلوں میں بٹھائی اور حضور کو ایسے ایسے محبّت کرنے والے دِل دئے کہ ان کی محبّت اور اخلاص اور جذبۂ وفاداری کے حالات پڑھ کر رشک آنے لگتا ہے کہ کاش ہمیں بھی حضور کی صُحبت کا زمانہ ملتا اور ہم بھی اس طرح محبّت کرتے اور اپنے اموال اور جانیں حضور کے قدموں پر نثار کرتے۔ دراصل یہ وہی لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کی خدمت کے لئے چُن لیا تھا اور ان کے دلوں میں ایسی محبّت ڈال دی تھی کہ وہ غیروں سے کٹ گئے تھے اور وہ اِس مصرع کا مصداق تھے کہ "صحبتے بعد از لقائے تو حرام"۔

اِس میں شک نہیں کہ حضور سے محبّت کرنے والے بہت پیدا ہوتے رہیں گے لیکن وہ ان لوگوں کا مقام حاصل نہ کرسکیں گے جو حضور کے مصاحبوں کو ملا۔ السابقون السابقون اولٰئك ھم المقرّبون۔ حضور فرماتے ہیں کہ یہ الہام پُورا ہؤا۔ بعضوں نے جان دے دی، بعض وطن سے نکالے گئے، بعض مالی تباہی سے دوچار ہوئے، بعض دُکھ دئے گئے اور ستائے گئے اور ہزارہا ایسے ہیں کہ وہ اپنی نفس کی حاجات پر مجھے مقدم رکھ کر اپنے عزیز مال میرے آگے رکھتے ہیں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ ان کے دل محبّت سے پُر ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر مَیں کہوں کہ اپنے مالوں سے بکلّی دستبردار ہو جائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کر دیں تو وہ تیار ہیں۔

ان میں سے ایک، عاشقِ زار حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تھے جو گھر بار چھوڑ کر درِ حبیب پر دھونی رما کر بیٹھ گئے اور اس عہد کو اپنے آخری سانس تک نبھایا

وہ پہلے شخص ہیں جو بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ حضور کو بھی اُن سے خاص محبّت تھی۔ اور وہ سفر و حضر میں ساتھ رہے۔ اُن کی وفات کے بعد ایک موقع پر جب حضرت مولوی صاحب کا ذکر آیا تو حضور نے فرمایا کہ اوائل میں اُن کے ساتھ بعض اختلافی قسم کی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ وہ نیچری خیال کے آدمی تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی معرفت زیادہ کی تو ایک دن کہنے لگے کہ آپ گواہ رہیں آج سے مَیں نے سب گفتگوئیں ترک کر دی ہیں اِس کے بعد موت تک بجز تسلیم و رضا اَور کچھ نہ ہوگا۔ اور پھر مَیں نے دیکھا کہ اُس دن کے بعد موت تک واقعی یہی حالت رہی کہ رضا اور تسلیم کے سوا اَور کوئی بات تھی ہی نہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے اُن کے خطبات سُنے ہیں وہ یہ بات جانتے ہیں کہ ان میں بجز میرے حالات اور ذکر کے اَور کچھ نہ ہوتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات مَیں نے سُنا کہ بعض آدمی اِس امر کو کسی حد تک پسند نہ کرتے تھے مگر وہ بجز اِس کے اَور کچھ کہنا نہ چاہتے تھے۔ اِس مقام پر مَیں نے عرض کی (ایڈیٹر الحکم) کہ حضور۔ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ وہ تقریر اور کلام میرے نزدیک حرام ہے جس میں حضرت ... کی سچائی کا ذکر نہ ہو۔ یہ الفاظ سُنکر مَیں نے دیکھا کہ حضور کی آنکھیں پُرنم ہو گئی تھیں لیکن ان لوگوں کا ضبط اور صبر بے نظیر ہوتا ہے اِس لئے ضبط کا نمونہ دکھلایا مگر چہرہ سُرخ ہو گیا تھا اور اس میں خاص قسم کی درخشندگی پائی جاتی تھی۔ (ملفوظات جلد ۸)

پس کیا ہی خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کا حضور سے خاص تعلق تھا اور وہ حضور کی محبت میں سرشار تھے اور جن کی جدائی پر حضور کی آنکھیں پُرنم ہوئیں اور ان کے لئے دعائیں کیں۔ یہی مولوی صاحب ہی تھے جن کی حضور سے بے تکلفی بھی تھی۔ حضور کی محفل میں باقی سب دوست پاسِ ادب سے چُپ کر کے بیٹھے رہتے تھے لیکن مولوی صاحب موصوف کوئی نہ کوئی موضوع حضور سے گفتگو کا نکال لیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے مامور تو ایک ساز ہوتے ہیں اور جب تک ان کو چھیڑا نہ جائے اُن سے نغمے کیسے نکل سکتے ہیں۔

اِسی طرح کپورتھلہ کے دوستوں کا حضور سے ایک خاص اور قلبی تعلق تھا۔ یہ لوگ وفا، اخلاص اور محبّت میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ ان میں منشی ظفر احمد صاحب، منشی اروڑہ خاں صاحب اور منشی محمد خاں صاحب سرِفہرست تھے۔ ان لوگوں نے جو وفا اور اخلاص دکھلایا اس کی مثال کم ملے گی

حضور فرمایا کرتے تھے کہ کپورتھلہ کی جماعت جس طرح اس جہان میں میرے قریب ہے اسی طرح دوسرے جہان میں بھی قریب ہوگی۔ دراصل ان لوگوں کو حضور سے عشق تھا اور جب آپس میں مل بیٹھتے تو اُن کی محفل میں تذکرہ ہی حضور کا ہوتا۔ ہر ایک اپنے اپنے ربط کا ذکر کرتا اور اپنے اپنے تعلق کا ذکر چھیڑتا۔ جب مخالفین سے حضور کے بحث و مباحثات اور مباہلہ کا ذکر ہوتا تو خوش ہو جاتے کہ فلاں کو حضور نے یوں پکڑا فلاں کو یُوں رگیدا، فلاں یوں اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ اور جب حضور کی التفاتِ کریمانہ اور شفقتِ بے پایاں کا ذکر کرتے اور اُس محبّت کو جو حضور ان سے رکھتے تھے محسوس کرتے تو بے اختیار رو پڑتے۔ غرض ان کی ہر محفل اسی طرح ہنستے اور روتے گذرتی اور ان کے شب و روز تذکرۂ دوست میں گذر جاتے۔

یہ سچ ہے کہ جب عاشق کو جُدائی ستاتی ہے تو وہ اپنے محبوب کے گھر کا رُخ کرتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ دِل کی لگی بجھانے کے لئے کسی نہ کسی بہانہ سے قادیان پہنچ جاتے وہاں سے پھر جانے کا نام نہ لیتے۔ حضور کی پاک صحبت میں بیٹھ کر ہر غم سے بے نیاز ہو جاتے جیسے ان کو دونوں جہان کی نعمتیں مل گئی ہوں ؎

تم کیا ملے کہ دونوں جہاں مل گئے

والا معاملہ تھا۔ کسی نے اِس بارہ میں کیا خوب کہا ہے ؎

مَیں کیا کہوں تیرے ملنے سے کیا ملا۔ عرفانِ غم ہُوا مجھے دل کا پتہ ملا
منزل ملی مُراد ملی مدعا ملا۔ سب کچھ مجھے ملا جو ترا نقشِ پا ملا

حضرت منشی ظفر احمد صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار جب مَیں قادیان گیا تو مجھے بہت دن لگ گئے عید بھی سر پر آگئی۔ میرا صافہ میلا ہو گیا۔ مَیں اِس خیال سے بازار چلا کہ نیا صافہ لے آؤں۔ اتفاقاً راستہ میں حضور مل گئے۔ فرمایا منشی صاحب آپ کہاں جا رہے ہیں۔ مَیں نے عرض کی حضور پگڑی میلی ہے دھلانے کا وقت نہیں نئی پگڑی بازار سے لینے جا رہا ہوں۔ اِس پر حضور نے اپنی پگڑی سر سے اتاری اور فرمایا کیا آپ کو یہ پگڑی پسند ہے۔ یہی رکھ لیں۔ اور حضور نے اپنی پگڑی میرے سر پر رکھ دی مَیں اس شفقتِ بے پایاں کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا اور صافہ کو آنکھوں اور سینہ سے لگایا اور سمجھا کہ مجھے ایک دولتِ بے بہا مِل گئی ہے ..... کہتے ہیں کہ جب مَیں قادیان جاتا تو حضور ڈاک کا کام میرے سپرد کر دیتے۔ ایک بار حضور نے مجھے ڈاک دی اور فرمایا کہ خط کھول کر سُناتے جاؤ۔ مَیں کھولتا گیا اور سُناتا گیا۔ ایک خط تھا جس پر لکھا تھا کہ اسے حضور کے سوا اور کوئی نہ کھولے۔ مَیں نے

وہ خط آگے رکھ دیا۔ فرمایا کھولو۔ مَیں نے عرض کی کہ بات یہ ہے کہ اسے حضور کے سوا اَور کسی کو کھولنے کی اجازت نہیں۔ آپ نے فرمایا کھول لو۔ کیا آپ اور مَیں کوئی دو ہیں۔ جب حضرت منشی صاحب اِس واقعہ کا ذکر کرتے تو رو پڑتے اور کہتے کہ کہاں خدا کا پیارا مسیح اور کہاں یہ گنہگار۔ اور اس پر نوازش یہ کہ ہم اور آپ کوئی دو ہیں ؎

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل۔ نسیمِ صبح تیری مہربانی

اِسی طرح یہی عاشقِ مسیحا ایک اَور موقع پر چند دوسرے مشتاقانِ دید کے ساتھ بیت المبارک میں صبح چار بجے نماز کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ کسی نے خوش الحانی سے اذان دی تو پیر سراج الحق صاحب نے حضرت اقدس کے یہ شعر گنگنانے شروع کئے ؎

چُوں مرا نُورے، پئے قومِ مسیحی دادہ اند　　مصلحت را ابنِ مریم، نامِ من بنہادہ اند

مے درخشم چُوں قمر، تابم چُو قُرصِ آفتاب　　کورچشم آناں کہ، در انکارہا افتادہ اند

اس پر منشی ظفر احمد صاحب نے زور سے پڑھنے کو کہا تو پیر صاحب نے زور سے یہ اشعار خوش الحانی سے کہنا شروع کئے۔ ہم سب مست تھے کہ حضور بیت الفکر کے دریچے سے لالٹین لے کر برآمد ہوئے اور چہرہ آفتاب کی مانند چمک رہا تھا یعنی "مے درخشم چُوں قمر، تابم چُو قُرصِ آفتاب" والی بات تھی۔ ایک لیمپ البیت میں روشن تھا۔ عجب کیفیت تھی۔ جونہی حضور جلوہ فرما ہوئے ہم پر وجد کی سی حالت طاری ہو گئی۔ اُدھر ابتلائے محبت اور اِدھر جلوہ گری ؎

وہ آئے بزم میں اِتنا تو میر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

پھر نہ سُنانے والے کو ہوش تھا اور نہ سُننے والوں میں سُننے کی طاقت تھی سب اپنی اپنی جگہ مست و بے خود تھے۔ حضور آکر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر توقف کے بعد فرمایا صاحبزادہ صاحب چُپ کیوں ہو گئے پڑھو۔ مَیں نے ہوش سنبھالا اور تعمیلِ حکم میں مکرر سہ کرر اشعار کو پڑھا۔ حضور سُنکر بہت محظوظ ہوئے اور پھر فرمایا جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

غرض عشق و محبت کی داستان رنگین بھی ہے اور دلنواز بھی۔ اور یہ سچ ہے کہ جو مزا عشق میں ہے وہ کسی اَور شئے میں نہیں۔ دُنیا کی کُل نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ جنہوں نے اِس نعمت کا مزا چکھا یہ تو وہی جانتے ہیں کہ عشق کیا شئے ہے۔ دُنیا والے عبث دولتِ دُنیا کی تلاش میں سرگرداں

(باقی صـ۳۲ـ پر)

# زمین کے کناروں تک

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب قائد تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

الحمد للہ امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے ایک دو رکنی وفد بعض ممالک بیرون کے دورہ کے لئے منظور فرمایا جس کے امیر مکرم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی تھے تو خاکسار شبیر احمد اس کا ایک رکن۔ ہم نے ۱۱ ستمبر ۱۹۸۳ء کو کراچی سے دورے کا آغاز کیا۔ پہلے کینیا پہنچے وہاں گیارہ دن رہنے کے بعد مارشیس گئے جہاں بیس دن رہنے کا موقع ملا۔ راستہ میں مڈغاسکر کے جزیرے میں بھی ۲ گھنٹے گذارے۔ واپسی پر پھر براستہ نیروبی مشرقی افریقہ کے ملک یوگنڈا کا دورہ کیا۔ یہاں ہم ۱۴ اکتوبر تا ۲۳ اکتوبر دس دن رہے۔ ان ایّام میں مذکورہ ملکوں میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت، احمدیت کے وقار و ترقی، اپنے محبوب امام سے وابستگی اور افرادِ جماعت کے اخلاص و ایثار کے جو واقعات مشاہدہ میں آئے اس کے لئے تو ایک دفتر درکار ہے یہاں اِس دورے کی تلخیص عرض کرتا ہوں۔

**مشترکہ خصوصیات:-** پہلے چند مشترکہ امور کا ذکر کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ان تینوں ممالک (کینیا، مارشیس، یوگنڈا) میں ۲ مشترکہ خصوصیات یہ ہیں:-

اوّل یہ کہ تینوں ممالک نہایت عمدہ آب و ہوا رکھتے ہیں اور خوبصورت قدرتی مناظر اور پھل پھول سے معمور ہیں۔ میں نے اپنے ذوق کے مطابق مارشیس کو تینوں میں سے زیادہ خوبصورت پایا۔ یہ چاروں طرف سے سمندر میں گھرا ہوا ہے۔ یہاں خوبصورت مناظر کی بے حد فراوانی ہے۔

دوسری مشترکہ بات یہ ہے کہ استعارةً اور حقیقتاً تینوں ممالک زمین کے کنارے ہیں۔ کینیا اور یوگنڈا اس لئے کہ ان میں سے خطِ استواء گذرتا ہے گویا کرۂ ارضی دو برابر حصّوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ مارشیس اس لئے کہ کرۂ ارضی کے جنوبی حصّہ میں ہزاروں میل دور یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس میں ایک مقام فی الواقع ایسا بھی ہے جس کو زمین کا کنارا کہا جاتا ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ اپنے وقت اور مقام پر

بیان ہوگی۔ اِن تینوں ممالک کا زمین کا کنارا کہلانا کوئی معمولی امر نہیں۔ اس سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا یہ الہام واضح طور پر سامنے آجاتا ہے "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" ان تینوں مقامات پر قادرِ مطلق خدا نے احمدیت کو فروغ دے کر اپنے وعدے کو پورا فرما دیا ہے۔ ع

اِک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہو خوفِ کردگار

۱۔ کینیا میں بفضلِ خدا دو ہزار سے کچھ زائد احمدی ہیں۔ چودہ بیوت الذکر ہیں۔

۲۔ ماریشس میں بفضلِ خدا پانچ ہزار احمدی ہیں اور آٹھ بیوت الذکر ہیں۔ تین بیوت کا افتتاح ہماری موجودگی میں ہوا۔

۳۔ یوگنڈا میں بفضلِ خدا ڈیڑھ ہزار احمدی ہیں، ۱۶ بیوت الذکر ہیں اور مزید ۴ بیوت کا سنگِ بنیاد ہمارے قیام کے دوران رکھا گیا۔

کبھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو تینوں ملکوں کے چیدہ چیدہ حالات الگ الگ طور پر انشاء اللہ تعالیٰ ہدیۂ قارئین کئے جائیں گے۔

## حضرت بانیٔ سلسلہ کے چند صحبت یافتہ دوستوں کا ذکرِ خیر

(بقیہ صفحہ ۳۰)

ہیں لیکن حقیقی مسرّت تو دیدِ دوست ہی میں ہے اور یہ زندگی بھی ہے اور حاصلِ زندگی بھی ؎

آدمی دید است و باقی پوست است ❊ دید آں باشد کہ دیدِ دوست است

جملہ تن را در گداز اندر نظر ❊ در نظر رَو در نظر رَو در نظر

پس اللہ تعالیٰ اِن عاشقان پر اپنی رحمت کے سائے لمبے کرتا چلا جائے اور انہیں خاص انعامات سے نوازے۔ یہی وہ لوگ تھے جو اِس الہامِ الٰہی کا مورد ہوئے

القيت عليك محبّةً مِنّي

ان کا سرمایۂ زندگی صرف اور صرف حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی محبّت ہی تھی اور یہی سرمایہ لے کر اب اپنے محبوب کے پاس پہنچ چکے ہیں جہاں ان کے لئے وصال ہی وصال ہے جُدائی نہیں۔

# ترانۂ عید

جنابِ سلیم شاہجہانپوری۔ کراچی

کہیں سے "اُس مہِ انور" کو ڈھونڈ لائیں ہم
جو چاند چمکے تو پھر عید بھی منائیں ہم

ہزار بار ادا کر کے شُکرِ رحمتِ حق
وفورِ جوش میں عشرت کے گیت گائیں ہم

دوگانہ شُکر کا ہو پھر صمیمِ دل سے ادا
ہر اک کو جوشِ طرب میں گلے لگائیں ہم

ہر ایک اہلِ وطن کے گلے میں ڈالیں ہار
ہر اک کو مسندِ توقیر پہ بٹھائیں ہم

ہر ایک گھر میں کریں محفلِ نشاط بپا
ہر اک گلی کو بڑے شوق سے سجائیں ہم

کمال شوق سے احباب کو بھی دعوت دیں
بڑے خلوص سے ہر ایک کو بُلائیں ہم

کھلائیں ان کو بڑے شوق سے غذائے لطیف
وطن کے ساختہ مشروب بھی پلائیں ہم

ہر ایک بزم میں شعر و سخن کا چرچا ہو
کلامِ تازہ سُنیں خود غزل سُنائیں ہم

دلوں سے محو ہو عہدِ جفا کا ہر لمحہ
خوشی میں ہر غمِ ماضی کو بھول جائیں ہم

نظر نہ آئے کسی رُخ پہ گردِ حُزن و ملال
شگفتہ چہرے ملیں جس طرف بھی جائیں ہم

پھر ایک عزمِ جواں سے ہوں محوِ خدمتِ خلق
دُکھی دِلوں کی محبّت میں ڈوب جائیں ہم

بڑے خلوص سے اخلاق کی کریں اِصلاح
مخالفت سے کسی جوش میں نہ آئیں ہم

کِسی سے کیا کہیں اب داستانِ دردِ الم
ہے جس کا راز اُسی کو نہ کیوں بتائیں ہم

ہمیں تو یاد ہے ہر لفظ داستانِ فراق
جو وہ ملیں تو انہیں حالِ دِل سُنائیں ہم

جو "وہ" نہیں ہیں تو پھر شُکر کر کے مولا کا
غموں کے گوشۂ عزلت میں بیٹھ جائیں ہم

# برونئی

# (BRUNEI)

مکرم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب

محلِ وقوع: جزیرہ بورنیو کے شمالی ساحل پر ملائشیا کی سٹیٹ سباہ اور سٹیٹ سراوک کے درمیان برونئی ایک چھوٹا سا ملک ہے۔

رقبہ / آبادی: ۵۷۶۵ کلومیٹر یعنی ۲۲۲۶ مربع میل اس کا کُل رقبہ ہے اور آبادی ۱۹۸۳ء میں ۲ لاکھ ۹ ہزار افراد پر مشتمل تھی جس میں سے ملائی باشندے ۶۵٫۲ فیصد، چینی ۲۰٫۵ فیصد، ہندوستانی ۳٫۱ فیصد اور دیگر نسلوں کے ۱۱٫۲ فیصد تھے۔

دارالخلافہ: بندار سری بیگاوان - ۱۹۸۲ء میں اس کی آبادی ۵۱٫۶۰۰ افراد پر مشتمل تھی۔

مختلف مذاہب کے ماننے والے: مسلمان کُل آبادی کا ۶۳٫۴۰ فیصد، بدھسٹ ۱۴ فیصد، عیسائی ۹٫۷۰ فیصد ہیں۔

آزادی: برونئی کو انگریزوں نے ۱۹۸۳ء کے اواخر میں آزادی دی۔ جشنِ آزادی یکم جنوری ۱۹۸۴ء کو منایا گیا لیکن یومِ آزادی سرکاری طور پر ۲۳ فروری مقرر کیا گیا۔

تیل سے مالا مال جنوبی ایشیا کی ریاست برونئی کو انگریزوں نے ۱۸۸۸ء میں آزادی دینی چاہی تھی لیکن اُس وقت کے سلطان نے اِس خوف سے آزادی لینے سے انکار کر دیا کہ یہ چھوٹی سی ریاست اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو سکے گی۔

۱۹۶۲ء میں بائیں بازو کی ایک تنظیم نے انڈونیشیا کے صدر سوکارنو کی پُشت پناہی پر اُس وقت کے سلطان سر مودا عمر علی سیف الدین کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی۔ اِس تنظیم کا سرغنہ اے۔ ایم اظہری تھا۔ سلطان نے برطانیہ کی مدد سے اس بغاوت کو ناکام بنایا۔ بعد میں انگریزوں نے ایک گورکھا رجمنٹ برونئی کے تیل کے ذخائر کی حفاظت کے لئے وہاں تعیّنات کی جس کے اخراجات

تو سلطان ادا کرتا تھا لیکن سارا کنٹرول انگریزوں کے ہاتھ میں تھا۔ سلطان نے چاہا تھا کہ گورکھا رجمنٹ کُلیۃً اس کے ماتحت رہے لیکن برطانیہ نے اِس خدشہ کی وجہ سے یہ تجویز نہیں مانی کہ کہیں اس رجمنٹ کو اندرونی خلفشار کو فرو کرنے کے لئے سلطان استعمال نہ کرلے۔

**سربراہِ مملکت:** سلطان سر مودا حسن البولقیہ معز الدین والدولہ ابن عمر علی سیف الدین ہیں۔

**سرکاری مذہب:** آزادی سے قبل عیسائی، بدھ، بہائی اور ملائشیا سے دار الارقم والے آزادانہ طور پر اپنے عقائد پھیلاتے تھے لیکن آزادی کے بعد سلطان نے تمام مذاہب کو اپنے اپنے عقیدہ کو پھیلانے سے منع کر دیا اگرچہ اپنے اپنے عقیدہ پر قائم رہنے کی اجازت دے دی۔ مسلمانوں کے صرف شافعی مسلک کو سرکاری مذہب قرار دیا اس مسلک کے سوا کسی دوسرے مسلک کی تبلیغ نہیں کی جا سکتی۔

**قومی زبان:** ملائی قومی زبان ہے مگر انگریزی زبان بھی عام طور پر بولی جاتی ہے۔

**ذرائع آمدنی:** (۱) آمدنی کا زیادہ تر دارومدار تیل کی برآمد پر ہے۔ سالانہ تین بلین ڈالرز مالیتی تیل کی پیداوار ہے جو کہ زیادہ تر جاپان کو فروخت کیا جاتا ہے۔

(۲) تیل کے علاوہ زراعت سے ۱۰,۰۰۰ میٹرک ٹن چاول، ۳,۰۰۰ میٹرک ٹن کیلے، ۳,۰۰۰ ٹن انناس، ۳,۰۰۰ ٹن کساوا کی پیداوار بھی حاصل ہوتی ہے۔

(۳) مویشیوں کی تعداد: بھینس ۱۴ ہزار، گائے بَیل ۴ ہزار، سؤر ۱۴ ہزار، مرغیاں وغیرہ ۱۱,۵۹,۰۰۰۔

**انڈسٹری:** ۱۹۸۱ء میں کروڈ آئیل ۷۹,۳۳,۰۰۰ میٹرک ٹن، پٹرولیم کی مصنوعات ۱,۱۵,۰۰۰ میٹرک ٹن، الیکٹرسٹی ۴,۰۵,۰۰۰ (KW-HR.)

**برآمد و درآمد:** بیرونی تجارت کی ۱۹۸۱ء میں درآمد ۱,۲۶۴,۷۰۰,۰۰۰ برطانوی ڈالرز (برونئی کے) تھی اور برآمد ۸,۵۹۱,۷۳۰,۰۰۰ ڈالرز تھی۔

**ذرائع درآمد:** سنگاپور سے ۲۴ فیصد، جاپان سے ۲۲ فیصد، یونائیٹڈ اسٹیٹس سے ۱۹ فیصد اور یونائیٹڈ کنگڈم سے ۹ فیصد، ملائشیا سے ۵ فیصد۔

**ذرائع برآمد:** جاپان کو ۷۰ فیصد، یونائیٹڈ سٹیٹس کو ۱۱ فیصد، سنگاپور کو ۷ فیصد۔

**تعلیم:** ۱۹۸۰-۸۱ء میں پرائمری سکول کے طلباء ۳۱۶۷۷ اور استاد ۱۸۰۰ تھے۔ سیکنڈری سکول میں طلباء ۱۶۸۰۵ اور استاد ۱۳۲۶۔

ہنر سیکھنے والے طلباء ۵۷۰ اور سکھانے والے ۱۲۷۔
ٹیچرز ٹریننگ سکول : طلباء ۱۴۷ اور استاد ۸۵
ٹیچرز کالج : طلباء ۱۴۳ ٹیچنگ سٹاف ۵۷
رائج الوقت سکّہ : برونئی کا ایک ڈالر = برطانیہ ۱۴ء۲ ڈالرز اور (ستمبر ۱۹۸۳ء میں) ایک امریکی ڈالر۔
(برطانوی ڈالرز ۲۲ء۳ = ایک پاؤنڈ)
بجٹ : ۱۹۸۲ء میں آمدنی : ۷ء۱ ارب ڈالرز (برطانوی)
اخراجات : ۹ء۱ ارب ڈالرز (برطانوی)
فی کس آمدنی : ۱۲,۰۰۰ ڈالرز
مشہور مسجد : مسجد عمر علی سیف وہاں کی مشہور اور عالیشان مسجد ہے اس میں سرکاری طور پر پانچ تنخواہ دار امام الصلوۃ اور تین مؤذن مقرر ہیں۔
خارجہ پالیسی : کامن ویلتھ اور ساؤتھ ایسٹ ایشین نیشنز سے تعلقات کی استواری۔
(ماخذ : انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا)

## پیارے آقا کی مصروفیت (بقیہ صفحہ ۱۶)

اِس رشتہ میں کئی اطراف سے حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کا خون ملا ہُوا ہے اور یہ کہ جسمانی رشتہ کے ساتھ جب رُوحانی رشتہ بھی مل جائے تو وہی اصل رشتہ ہوتا ہے ورنہ قرآن کریم نے محض جسمانی رشتوں کو جن میں رُوحانی تعلق نہ ہو کوئی حیثیت نہیں دی۔

مکرم ارشد مغل صاحب جنہوں نے حضور کے ایک خطبہ کو سُنکر بیعت کی تھی اور پھر اپنے اخلاص اور عہد بیعت کے ایفاء میں جس طرح ثابت قدم رہے اور ترقی کی اُس کا ذکر بھی اِس خطبۂ نکاح کے دَوران پیارے آقا نے فرمایا۔

# بلا تبصرہ

"تخلیقِ پاکستان اور رُوحِ عصر" کے عنوان کے تحت اخبار جنگ ۲ ؍جولائی ۱۹۸۵ء لکھتا ہے :-

قائدِ اعظم نے جن نئے افکار سے اثر لیا اِن میں سب سے نمایاں قومیّت، حقِ خود ارادیت، جمہوریت اور "تھیاکریسی کی نفی" سے متعلق نظریات ہیں جن کا ذکر انہوں نے اپنے خطبات میں اکثر کیا ہے۔ آپ نے اوّل یہ ثابت کیا کہ ہندوستان میں مسلمان ایک اقلیّت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔ دوم یہ کہ حقِ خود ارادیت کے تحت اِس مسلم قوم کے لئے آزاد اور خود مختار مملکت کا حصول ایک لازمی امر ہے اور سوم اِس بات کی وضاحت کر دی کہ اِس جدید جمہوری مملکت کا نظامِ حکومت اسلامی اصولوں پر مبنی ہوگا لیکن اِسے "تھیاکریسی" یا مذہبی ریاست ہرگز نہیں بننے دیا جائے۔ ظاہر ہے تھیاکریسی سے مراد ایک ایسی "نیابتِ الٰہیہ" یا مذہبی پیشوائیت کی حکومت ہو سکتی ہے جس کا تصوّر جدید دَور کے افکار نے پیدا کیا ہوگا۔ اِس سمت میں قائدِ اعظم کا وہ نشری پیغام جو انہوں نے فروری ۱۹۴۸ء میں امریکہ کے عوام کے نام دیا قابلِ ذکر ہے۔ انہوں نے فرمایا :

"پاکستان آئین ساز اسمبلی نے ابھی پاکستان کا آئین مرتّب کرنا ہے مَیں نہیں جانتا کہ اس آئین کی آخر کار شکل کیا ہوگی لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ جمہوری طرز کا آئین ہوگا جس میں اسلام کے بنیادی اصول مشکّل ہوں گے ...... اسلام اور اس کی مثالیت نے ہمیں جمہوریت کا درس دیا ہے۔ اس نے اِنسانی مساوات، عدل اور ہر شخص سے منصفانہ برتاؤ سکھایا ہے ...... بہر حال پاکستان ایک ایسی مذہبی ریاست نہیں ہوگا جس میں مذہبی پیشوا مامور من اللہ کی طرح حکومت کریں گے۔ ہمارے ہاں بہت سے غیر مسلم ہیں ...... لیکن وہ سب پاکستانی ہیں۔ وہ بھی تمام دوسرے شہریوں کی طرح یکساں حقوق اور مراعات سے بہرہ ور ہوں گے اور پاکستان کے معاملات میں کما حقّہٗ کردار ادا کریں گے۔"

(بحوالہ ظہورِ پاکستان از چوہدری محمد علی ترجمہ بشیر احمد ارشد صفحہ ۴۵۱)

قائد اعظم کے محولہ بالا پیغام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مذہبی ریاست کے حق میں نہیں تھے اور

اگر وطنِ عزیز میں کوئی ایسا نظام حکومت قائم کر دیا جائے جسے ہم تھیاکریسی (THEOCRACY) یا مذہبی حکومت کا نام دے سکیں تو یہ پاکستان کے اساسی اصولوں کی صریح خلاف ورزی کے مترادف سمجھا جائے گا لہٰذا یہ جاننا اشد ضروری ہو جاتا ہے کہ بانیٔ پاکستان کے ذہن میں مذہبی مملکت کا صحیح تصور کیا تھا تا کہ ان کے جذبات اور خواہشات کا احترام کرتے ہوئے اس نوع کے ہر مذہبی نظام سے اجتناب کیا جا سکے۔

تھیاکریسی کی تعریف نیو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (مافروپیڈیا جلد ۹ ۱۹۸۱ء صفحہ ۹۳۱) میں اس طرح کی گئی ہے:-

"ایسا سیاسی نظام جس میں مذہبی پیشوائیت کا حکم چلتا ہو۔ جہاں تمام مذہبی رہنما پادری اور ان کے کارندے اپنے آپ کو زمین پر خدا کے نمائندے (مامور من اللہ) تصوّر کرتے ہوں۔"

---

- "اسلام کا نعرہ اقتدار مستحکم کرنے کے لئے لگایا جا رہا ہے۔
- مارشل لاء منتخب ارکان کی توہین ہے۔
- اسعد گیلانی، لیاقت بلوچ اور سلمان بٹ کا بیان

لاہور (پ ر) قومی اسمبلی کے ارکان سیّد اسعد گیلانی، لیاقت بلوچ اور حافظ سلمان بٹ نے مشترکہ بیان میں صدر ضیاء الحق کی مری میں تقریر کے بعض حصّوں کو حقائق سے بالکل منافی قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ کہنا درست نہیں کہ قومی اسمبلی کو قائم ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں لیکن کسی نے اسلامی نظام کے نفاذ کی بات نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ تحریکِ اسلامی سے رابطہ ارکان قومی اسمبلی نے قومی اسمبلی کے پہلے باقاعدہ اجلاس میں شریعت بل کے نام سے اسلامی نظام کے نفاذ کی عملی تدابیر قرآن و سُنّت کو تمام قوانین پر بالا دست قرار دینے کا بل پیش کیا لیکن حکومتی بنچوں کی طرف سے کسی قسم کا مثبت ردِّ عمل کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ خود جنرل ضیاء کا ۸ سال کے طویل عرصہ پر محیط مارشل لاء میں جبکہ وہ ہر قسم کے سیاہ و سفید کے مالک رہے اسلامی نظام کو نافذ کرنے کے لئے کوئی مثبت قدم نہیں اُٹھایا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لئے لوگوں کو اسلامی انصاف مہیا کرنے، سُود کی لعنت سے نجات حاصل کرنے اور اسلامی شریعت بل میں دیئے گئے بنیادی حقوق مہیا کرنے کی کوئی بھی کوشش نظر نہیں آتی۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ گذشتہ ۸ سال میں اسلامی نظام کے نعرہ کو محض اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے اور

ٹول دینے کے لئے استعمال کیا گیا۔" (جنگ ۵ رجولائی ۱۹۸۵ء)

---

مارشل لاء کے آٹھ سال کے عنوان کے تحت روزنامہ جنگ ۵ رجولائی ۱۹۸۵ء رقمطراز ہے :-

"آٹھ سال کے دَوران مارشل لاء نے ملک کی سیاسی زندگی اور دستوری ارتقاء، بنیادی حقوق اور عدلیہ کی آزادی، داخلی و خارجی حکمتِ عملیوں اور قومی زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر کیا اثر ڈالا ہے یہ ایک تفصیلی موضوع ہے جس پر لکھنا اور اس سے کما حقّہٗ انصاف کرنا اِس وقت ممکن نہیں اس پر آئندہ کا مؤرخ ہی پوری طرح روشنی ڈال سکے گا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر اِس دَور کے اسلامیّت اور شرافت کا دَور ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو اسے قانون و دستور اور بنیادی حقوق اور جمہوری آزادیوں کی نفی کا دَور بھی کہا جاتا ہے۔ ۵ رجولائی ۱۹۷۷ء سے ۵ رجولائی ۱۹۸۵ء کے آٹھ سال تو اَب تاریخ کا حصّہ بن چکے ہیں اور ان پر آخری فیصلہ (VERDICT) اپنے وقت پر آئے گا اربابِ اختیار اب بھی مارشل لاء کی جلد از جلد تنسیخ اور جمہوریتِ کاملہ کی بحالی (جس کا ایک تقاضا آئینی ترامیم کا خاتمہ بھی ہے) کا راستہ اختیار کرلیں تو مارشل لاء کے نقصانات کو محدود کرنا شاید ممکن ہو سکے اور انتہا پسندانہ نعروں کا سدّباب ہو سکے لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا اور ملک مکمل جمہوریت کی منزل کی طرف نہ بڑھ سکا تو نہیں کہا جا سکتا کہ آنے والا وقت ہمارے لئے کیسے نتائج لے کر آئے گا۔"

---

"ایک اَور نواب پور" کے عنوان کے تحت جنگ ۴ رجولائی ۱۹۸۵ء میں تحریر ہے :-

"شجاع آباد کے نواح سے خواتین کو برہنہ کرکے سرِ عام گھسیٹنے کی ایک اَور خبر آئی ہے جس کے مطابق بستی لطف پور میں خنجروں اور کلہاڑیوں سے مسلّح ایک زمیندار نے جس کے ساتھ تیس افراد کی ایک جمعیت بھی تھی اراضی کے تنازعے پر اپنے مخالف کے گھر پر حملہ کرکے اس کی تین معصوم بیٹیوں اور بیوی کے کپڑے پھاڑے اور انہیں گھسیٹ کر سرِ عام لے آئے مظلوم خواتین نے جب ہاتھوں سے اپنی برہنگی چھپانے کی کوشش کی تو انہیں مارا پیٹا گیا۔ دو نوجوانوں نے غنڈوں کو روکنا چاہا تو انہیں گولیاں ماری گئیں اور ان میں سے ایک کی ٹانگ بھی کاٹ دی گئی۔ یہ ہمارے نامہ نگار کی اطلاع ہے اب پتہ نہیں کہ اِس واردات کا پرچہ بھی درج ہوا یا نہیں۔ نواب پور کے بعد اِس قسم کے بعض اَور واقعات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں اور ان سے کہیں زیادہ ایسے ہوں گے جن کی خبر نہیں نکلی کیونکہ دیہات میں زمیندار اور پولیس کا یارانہ انگریز کے وقت سے چلا آتا ہے اور عورتوں کو کوئی تقدّس بھی حاصل نہیں مگر یہ رویّہ شہروں میں بھی عام

ہے۔ یہاں بھی علمائے کرام اور عورتوں اور مردوں کی فلاحی تنظیمیں جو فحاشی اور عریانی کے خلاف سراپا احتجاج ہیں اس قسم کے واقعات پرچُپ رہتی ہیں. نواب پور کے واقعے پر بھی اخلاقی قدروں کی علمبردار کسی جماعت یا کسی صاحب الرائے اور نیک نہاد عالم نے کوئی مہم نہ چلائی تھی اخبارات ہی نے اس کے خلاف آواز بلند کی تھی۔ اسی قسم کی وارداتیں خانپور، فیصل آباد، اوکاڑہ میں بھی ہوئیں۔ چند ہی روز پہلے اند (سندھ) سے بھی ایسی خبر آئی ہے وہاں بدنصیب بنگالی لڑکیوں کی خرید و فروخت اور زنا بالجبر میں پولیس والے براہِ راست ملوّث پائے گئے۔ عورتوں پر ہونے والے ایسے مظالم پر کوئی بات نہیں کرتا۔ مصلحین معاشرے کی خرابیاں دُور کرنے کے سلسلے میں بیانات جاری کرتے نہیں تھکتے اور بگاڑ کی ساری ذمہ داری عورتوں کے محرم اور بُرقعے کے بغیر گھر سے نکلنے یا کام پر جانے پر ڈالتے ہیں۔ مگر لطف پور کی بدنصیب خواتین تو اپنے گھر کے اندر اپنے محرموں کی موجودگی میں ننگی کر کے بازار میں لائی گئی ہیں۔ یہ معاملہ جُرم و سزا کا نہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرہ اپنے رویے تبدیل کرے کیا عورت کا احترام نظریۂ پاکستان اور اسلام کے تقدّس کی شرط نہیں۔